جامعہ مدنیہ لاہور کا ترجمان

کتب خانہ
جامعہ مدنیہ جدید

علمی دینی اور اصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ
لاہور

بیاد

عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرۃ مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ

بانی جامعہ مدنیہ

اکتوبر
سنہ ۱۹۹۸ء

جمادی الأخرٰی
سنہ ۱۴۱۹ھ

نگران

مولانا سید رشید میاں مدظلہ

مہتمم جامعہ مدنیہ، لاہور

نو چیزیں

حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں جو شخص پانچوں نمازوں کی نگہداشت کرتا ہے، وقت اور جماعت کی پابندی کرتے ہوئے خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پنجگانہ برابر ادا کرتا رہتا ہے اُسے اللہ تعالیٰ نو سعادتوں سے شرف اندوز کرتا ہے۔

(۱) پہلی چیز تو یہ ہے کہ خدا اُس سے محبّت کرنے لگتا ہے اور ایک مومن کے لیے اس سے بڑی معراج کیا ہو سکتی ہے کہ خود اللہ اُس کا ہو جائے۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ اُس کے جسم میں صفائی اور رُوح میں پاکیزگی پیدا ہو جاتی ہے اور بدن صحیح و سالم توانا و تندرست ہو جاتا ہے۔

(۳) تیسری بات یہ ہے کہ فرشتے ہمیشہ اس کی حفاظت و پاسبانی میں مصروف رہتے ہیں، تاکہ اُسے کسی نقصان رساں قوّت کی طرف سے کوئی گزند نہ پہنچے۔

(۴) چوتھی بات یہ ہے کہ اس کے گھر میں ہر وقت رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوتا رہتا ہے اور وہ چین سکون اور اطمینان و راحت کی زندگی بسر کرتا ہے۔

(۵) پانچویں بات یہ ہے کہ اُس کے رُخِ روشن پر خاصانِ خُدا اور مقربانِ بارگاہِ الٰہی کی علامات سعادت جھلکتی ہیں اور یقین و ایمان کا نُور جلوہ گر ہوتا ہے۔

(۶) چھٹی بات یہ ہے کہ اس کے دل میں متاعِ سوز و گداز اور رقّت و شفقت کا سرمایہ ودیعت کر دیتا ہے کہ جہاں کسی دُکھیارے پر اس کی نظر پڑی اور اُس کا دل پسیج گیا۔

(۷) ساتویں بات یہ ہے کہ قیامت کے دن پُل صراط پر کوندنے والی بجلی کی طرح چشمِ زدن میں گزر جاتا ہے اور اسے وہاں کسی قسم کی مزاحمت و کلفت لاحق نہیں ہوتی۔

(۸) آٹھویں بات یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ اسے نارِ جہنم سے بچا لیتا ہے

(۹) اور نویں بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے اپنے جوارِ رحمت اور آغوشِ شفقت میں ٹھکانا عطا فرما دیتا ہے اور اُسے اپنے بندگانِ خاص میں شامل کر لیتا ہے جن کو نہ تو کسی چیز کے کھو جانے کا غم ہوگا اور نہ کھوئے جانے کا اندیشہ۔

(المنبہات علی الاستعداد لیوم المعاد، مترجم، ص: ۲۰۰ تا ۲۰۲)

کتب خانہ
جامعہ مدنیہ جدید
محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

انوار مدینہ

جلد : ۷ جمادی الاُخریٰ ۱۴۱۹ھ - اکتوبر ۱۹۹۸ء شمارہ : ۱

مدیر
سیّد محمود میاں
مدرس و نائب مہتمم جامعہ مدنیہ لاہور

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۲ روپے ----- سالانہ ۱۳۰ روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات دبئی 〃 ۵۰ ریال

بھارت، بنگلہ دیش ------- 〃 ۶ امریکی ڈالر

امریکہ افریقہ --------- 〃 ۱۶ ڈالر

برطانیہ ---------- 〃 ۲۰ ڈالر

○ اس دائرہ میں سُرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ ماہ... سے آپ کی مدتِ خریداری ختم ہوگئی ہے، آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ ..... ارسال فرمائیں۔

ترسیلِ زر و رابطہ کیلئے دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور
کوڈ ۵۴۰۰۰ فون ۲۰۱۰۸۶-۷۷۲۴۲۷۳-۷۷۲۹۶۹۱
فیکس نمبر ۷۷۲۶۷۰۲ - ۴۲ - ۹۲

○

سیّد رشید میاں طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ"، جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا۔

اِس شمارے میں

شریعت بل (اداریہ) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳

درسِ حدیث ۔۔۔۔۔ حضرت مولانا سیّد حامد میاںؒ ۔۔۔۔۔ ۹

فضائلِ آیت الکرسی ۔۔۔۔۔ مولانا عبدالحفیظ صاحب ۔۔۔۔۔ ۱۷

ہم آپس میں کیسے مل کر رہیں؟ ۔۔۔۔۔ مولانا عاشق الٰہی بلندی شہری ۔۔۔۔۔ ۲۵

خُدا کے لیے (نظم) ۔۔۔۔۔ سیّد ابن گیلانی ۔۔۔۔۔ ۳۱

حضرت مولانا مرزا گُل صاحبؒ ۔۔۔۔۔ مولانا محمد عرفان صاحب ۔۔۔۔۔ ۳۲

ابن خلدونؒ ۔۔۔۔۔ پروفیسر خالد بزمی ۔۔۔۔۔ ۴۱

شریعت بل؟ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵۱

حاصل مطالعہ ۔۔۔۔۔ مولانا نعیم الدّین صاحب ۔۔۔۔۔ ۵۴

تقریظ و تنقید ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۶۱

رابطہ: دفتر کراچی

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب مدظلہ، خطیب جامع مسجد سٹی اسٹیشن کراچی

انڈیا میں رابطے کے لیے

حضرت مولانا سیّد رشید الدّین صاحب حمیدی مدظلہ العالی، مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد یو۔پی۔ انڈیا

شریعت بل

تجزیہ ــــ تجویز

مدیر محترم مولانا سید محمود میاں صاحب اِن دنوں سفر پر ہیں اس لیے اس شمارہ کا اداریہ مولانا نعیم الدین صاحب نے تحریر کیا ہے (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ملک عزیز میں آج کل دیگر موضوعات کے ساتھ ساتھ موجودہ حکومت کا پیش کردہ "شریعت بل" خاص طور پر موضوعِ بحث بنا ہُوا ہے اور اس کے متعلّق موافق و مخالف آراء سامنے آ رہی ہیں، بہت سے احباب نے تقاضا کیا کہ اس پر اظہارِ خیال کیا جائے، اس تقاضے کے پیشِ نظر مناسب معلوم ہُوا کہ سنجیدگی کے ساتھ اس کا جائزہ لے کر اِس کے متعلّق قارئین کو آگاہ کیا جائے۔

راقم الحروف کا اپنی معلومات کی بناء پر تجزیہ یہ ہے کہ موجودہ حکومت چونکہ نفاذِ اسلام کے سلسلہ میں مخلص نظر نہیں آتی اس لیے اُسے نہ بل پیش کرنے کی ضرورت ہے اور نہ اِس کے پیش کرنے کا کوئی فائدہ ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ملکِ عزیز میں گزشتہ دَور میں نفاذِ اسلام سے متعلّق جتنی کوششیں کی گئی ہیں اور جتنی سفارشات حکومتوں کو پیش کی گئی ہیں اُن میں سے نہ کوئی کوشش بار آور ہوتی ہوئی نظر آئی اور نہ کسی سفارش پر عمل درآمد ہوتا ہُوا نظر آیا۔

تاریخ بتاتی ہے کہ متّحدہ ہندوستان کی تقسیم کے وقت مُسلمانوں سے یہ کہا گیا تھا کہ ہم علیحدہ ملک اس لیے لینا چاہتے ہیں کہ وہاں اسلامی نظام نافذ کریں گے اور آسانی کے ساتھ اسلام پر عمل کریں گے۔ تمام مُسلمانوں نے اسی جذبہ سے سرشار ہو کر ہر قسم کی جانی و مالی قربانیاں دیں، جب اہلِ اسلام کو علیحدہ ملک مل گیا تو یہاں کے تمام باشندے عملاً اس پر تیّار تھے کہ یہاں اسلامی نظام نافذ کر دیا جائے اس موقع پر نہ کسی ریفرنڈم کی ضرورت تھی اور نہ کسی بل پیش کرنے کی۔، لیکن تمام مسلمانوں کی قربانیوں کے عَلَی الرَّغم مختلف حیلے حوالوں سے اسلام کے نفاذ میں رکاوٹ ڈالی گئی اور اسلامی نظام نافذ نہیں کیا گیا، اُس وقت کے اہلِ حق نے اسلامی نظام کے نفاذ کے سلسلہ میں ملک کی "نیشنل اسمبلی" سے قرار دادِ مقاصد (جو دستور کا مستقل حصہ بن چکی ہے) منظور کروائی، لیکن اِس قرار داد پر منظور ہونے کے باوجود عمل نہیں کیا گیا۔

پھر کچھ عرصہ بعد پاکستان کے دستور کو کتاب و سُنّت کے مطابق بنانے کے لیے حکومت کی طرف سے "تعلیماتِ اسلامی بورڈ" بنایا گیا جس میں اُس وقت کے انتہائی جیّد علماء کرام کو شامل کیا گیا، اُنھوں نے نہایت جانفشانی اور عرق ریزی کے ساتھ رپورٹ مرتّب کی اور سفارشات تیّار کیں، لیکن اربابِ اقتدار نے اِن سفارشات کو سربستہ راز بنا دیا اُن پر عمل تو کیا ہوتا عوام کی آگاہی کے لیے اُنھیں شائع تک نہیں کیا گیا۔

ایک دَور آیا جس میں "اسلامی نظریاتی کونسل" تشکیل دی گئی اس کونسل میں ہر مسلک و مشرب کے جید عُلماء کرام کو شامل کیا گیا اِن عُلماء نے بھی اسلامی نظام کے نفاذ میں پیش قدمی کے جذبہ سے رپورٹ مرتّب کی سفارشات پیش کیں، لیکن یہ رپورٹ اور سفارشات بھی سرخانہ کا شکار ہو کر رہ گئیں۔

مرحوم ضیاء الحق نے اپنے اقتدار کے آخری دَور میں نفاذِ شریعت کے سلسلہ میں "شریعت اپلیٹ بینچ" قائم کی جس کے ذریعہ غیر اسلامی قوانین کو عدلیہ میں چیلنج کیا جا سکتا تھا۔ ابھی اس پر عمل شروع بھی نہیں ہُوا تھا کہ جنرل صاحب کو راستے سے ہٹا دیا گیا، جنرل صاحب کے بعد بے نظیر صاحبہ وزیر اعظم بنیں، لیکن اِن کا دَورِ اقتدار نفاذِ اسلام کی کسی بھی کوشش سے خالی رہا، اِن کے بعد میاں نواز شریف صاحب کا دورِ اقتدار آیا۔ میاں صاحب نے اقتدار کے حصول کے لیے اسلام کو ایشو بنایا تھا، لیکن افسوس کہ آپ کے اقتدارِ اعلیٰ کے دَور میں نفاذِ اسلام کے لیے ایک انچ کے برابر بھی پیش رفت نہیں ہُوئی بلکہ یہ ہُوا کہ میاں صاحب کے دورِ اقتدار میں شریعت کورٹ نے جب سودی نظام کے خلاف فیصلہ دیا جس کے تحت ایک سال کے اندر اندر اس ظالمانہ نظام نے از خود ختم ہو جانا تھا تو میاں صاحب نے شریعت کورٹ کے اس فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر کے اس فیصلہ پر عمل در آمد رکوا دیا۔

میاں صاحب کے اسی دَورِ اقتدار میں تمام مکاتب فکر کی جانب سے متفقہ شریعت بل پیش کیا گیا جسے ایوانِ بالا سے منظوری بھی حاصل ہو گئی، لیکن میاں صاحب کو یہ بل پسند نہیں آیا وہ اس کی جگہ حکومتی سطح کا خود ساختہ بل لے آئے جس میں کتاب و سُنّت کے سپریم لاء ہونے کو سیاسی ڈھانچہ اور حکومتی نظام کے متاثّر نہ ہونے کی شرط کے ساتھ مشروط کر دیا

گیا اور شریعت بل میں ایک مستقل دفعہ کا اضافہ کیا گیا کہ " اس بل سے اسمبلیوں کے قانون سازی کے اختیارات متأثر نہیں ہوں گے " ابھی یہ سلسلے چل رہے تھے کہ میاں صاحب کی حکومت ختم کر دی گئی۔

اب دوبارہ میاں صاحب کو اقتدارِ اعلیٰ پر فائز کیا گیا تو اُنھیں چاہیے تھا کہ وہ پہلے اقتدار میں ہونے والی کوتاہیوں کا تدارک کرتے لیکن اُنھوں نے سابقہ کوتاہیوں کے تدارک کے بجائے ایک تو یہ کیا کہ بلیس برس سے جاری جمعہ کی چھٹی کو یک لخت ختم کر دیا، دوسرے سپریم کورٹ میں سود کے خلاف دائر کردہ اپیل واپس نہیں لی۔

تاریخ کے ان سابقہ اور مسلسل تجربات کی بناء پر اب ذہن یہ باور کرنے کے لیے آمادہ نہیں کہ موجودہ حکومت کے پیش کردہ شریعت بل کا کوئی فائدہ ہوگا، تجربہ بتلاتا ہے کہ جس طرح ہر حکومت اپنے اقتدار کو خطرہ میں دیکھ کر نفاذ شریعت کا اعلان کرتی رہی ہے جس سے مقصود اپنے اقتدار کو بچانا ہوتا ہے کچھ یہی صُورتِ حال موجودہ حکومت کی بھی ہے کہ جب اربابِ اقتدار نے اپنے اقتدار کی نیّا کو ڈوبتے دیکھا تو نفاذِ شریعت کا اعلان کر دیا۔

بظاہر یہ لگتا ہے کہ حکومت اپنے مَن مانے قوانین کو اسلام کا لبادہ اوڑھا کر عوام کو مطمئن اور اپنے اقتدار کو طول دینا چاہتی ہے شاید اسی لیے اِس بل میں دستور کے آرٹیکل نمبر ۲۳۹ میں ترمیم کیے جانے کا بھی ذکر کیا گیا ہے جس کے تحت حکومت کو اختیار ہوگا کہ قرآن و سُنّت کی آڑ میں کسی بھی آئینی ترمیم کے لیے ارکان کی دو تہائی اکثریّت کی حمایت کی اُسے ضرورت نہیں رہے گی بلکہ سادہ اکثریّت سے آئینی ترمیم کر سکے گی، یہ ایسی متنازع ترمیم ہے جس نے غیر تو غیر خود حکومتی ارکان میں بھی اختلاف پیدا کر دیا ہے اور وہ تحفظات کے مطالبہ پر اُتر آئے ہیں اِس ترمیم کے تذکرہ نے حکومتی شریعت بل کو مشکوک بنا کر رکھ دیا ہے اور اکثریّت یہ سمجھنے پر مجبور ہو گئی ہے کہ حکومت اس بل کے ذریعہ نفاذِ شریعت کے بجائے اپنے مقاصد حاصل کرنا چاہتی ہے اور نفاذِ شریعت صرف نعرہ کی حد تک ہے۔

اس بات کو اس سے بھی تقویّت ملتی ہے کہ ایک طرف تو حکومت شریعت بل کے ذریعہ نفاذِ اسلام کی دعویدار ہے۔ دوسری طرف حکومتی ارکان کے بیانات ایسے آرہے ہیں جو سراسر

اسلام کے خلاف ہیں۔

مثلاً میاں نواز شریف صاحب کا بیان ۴ستمبر کے روزنامہ جنگ کے صفحہ اوّل پر شہ سرخی کے ساتھ شائع ہُوا ہے کہ "خواتین کو برقع پہنائیں گے نہ گھر بٹھائیں گے۔" یہ بیان کتاب و سُنّت کے سراسر منافی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم تو خواتین کو پردہ کرنے اور گھر بیٹھنے کا حکم دے رہے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ "اے نبی اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دوسرے مُسلمانوں کی بیویوں سے بھی کہہ دیجیے کہ وہ نیچی کر لیا کریں اپنے اُوپر اپنی چادریں۔" (سورۂ احزاب آیت نمبر ۵۹۔)

نیز فرمایا "تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم زمانۂ جاہلیّت کے دستور کے موافق مَت پھرو۔" (سورۂ احزاب آیت نمبر ۳۳) لیکن میاں صاحب خدا اور رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مقابلہ میں فرمارہے ہیں کہ خواتین کو برقع پہنائیں گے نہ گھر بٹھائیں گے۔ کیا یہ شریعت ہے ؟

۷ستمبر کے روزنامہ جنگ میں صفحہ اوّل پر وزیر تجارت جناب اسحاق ڈار صاحب کا بیان شائع ہُوا ہے کہ "مارک اپ شریعت کے مطابق ہے، شریعت کے نفاذ سے سود کی لعنت ختم ہوجائے گی۔" اس سُرخی کے تحت تفصیل میں درج ہے کہ "گزشتہ روز لاہور جنرل ہسپتال کے دَورے کے بعد اخباری نمائندوں سے باتیں کرتے ہُوئے اُنھوں نے کہا کہ حکومت نے سود سے پاک معاشرہ قائم کرنے کا تہیّہ کر رکھا ہے اور شریعت کے نفاذ سے یہ لعنت مکمّل طور پر ختم ہو جائے گی۔ اُنھوں نے کہا مارک اپ کی جو شرح وصول کی جا رہی ہے وہ شریعت کے مطابق ہے جس کی الازہر یُونیورسٹی قاہرہ کے شرعی ماہرین نے بھی تصدیق کی ہے۔"

۵ستمبر کے روزنامہ جنگ کے صفحہ اوّل پر وزیرِ اعظم کے خزانہ اور اقتصادی اُمور کے مشیر حفیظ پاشا صاحب کا بیان شائع ہُوا ہے کہ

"نفاذ شریعت کے بعد بھی غیر ملکی قرضوں پر سود ادا کریں گے۔"

یہ دونوں بیانات سراسر غیر اسلامی اور غیر شرعی ہیں اور غضب الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہیں غور فرمائیے اللہ تعالیٰ سود کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں "پھر اگر تم (سود کا

لین دین) نہیں چھوڑتے تو تیار ہو جاؤ لڑنے کو اللہ اور اُس کے رسول سے" (البقرۃ آیت ۲۷۹) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "سود کے ستر جز ہیں جن میں سب سے کم تر جز ایسے ہے جیسے اپنی ماں سے زنا کرنا" (مشکوٰۃ ص ۲۴۶)

ملاحظہ فرمایئے ہمارے وزیروں اور مشیروں کے یہ بیان کیا خدا ورسول سے لڑائی کے مترادف نہیں کیا مارک اپ اور سود میں کوئی فرق ہے؟ یہ کیا تضاد ہے کہ ایک طرف شریعت کے نفاذ کی باتیں اور دوسری طرف خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے **عملی بغاوت**

۴ ستمبر کے روزنامہ جنگ کے صفحہ اوّل پر وفاقی وزیرِ اطّلاعات و فروغ ابلاغ مشاہد حسین صاحب کا یہ بیان شائع ہوا ہے۔

"شریعت بل کا مقصد ہاتھ کاٹنا یا بنیاد پرست بننا نہیں ہے۔"

اس کی تفصیل میں درج ہے کہ

"وفاقی وزیر اطّلاعات و فروغ ابلاغ مشاہد حسین سیّد نے کہا ہے کہ شریعت بل کے نفاذ کا مقصد خواتین کو چار دیواری میں قید کرنا، ہاتھ کاٹنا، اقلیتوں کو مظالم کا نشانہ بنانا اور آئین و جمہوریت کو سبوتاژ کرنا نہیں" الخ

حکومتی ارکان اس طرح کی بیان بازی کے بجائے صاف کیوں نہیں کہہ دیتے کہ ہمارا مقصد شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام کا نفاذ نہیں، کیونکہ جہاں شریعت ہوگی وہاں خواتین کو برقع بھی اوڑھنا پڑے گا، گھر میں بھی رہنا ہوگا، چور چوری کرے گا تو ہاتھ بھی کٹے گا، شریعت ہوگی تو دینی تصلّب بھی ہوگا۔ اگر ان چیزوں کی نفی کرنی ہے تو صاف کہہ دیں کہ ہمارا مقصد شریعت نافذ کرنا نہیں، باتیں نفاذِ شریعت کی اور بیانات سراسر شریعت کے خلاف بقول کے

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں
صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

حکومتی شریعت کی مثال پر راقم کو مولانا رومؒ کی ذکر کردہ ایک حکایت یاد آگئی مولانا فرماتے ہیں۔

"ایک شخص نے ایک گودنے والے سے کہا کہ میری پیٹھ پر شیر کی تصویر بنا دو تاکہ کمر میں قوّت رہے، وہ تصویر بنانے بیٹھا اور سُوئی چبھوئی، اُس نے ایک آہ کی اور پُوچھا کہ کیا بناتے ہو؟ اُس نے کہا کہ دُم بناتا ہوں، آپ بولے کہ دُم نہ بناؤ یہ کوئی مکھیاں تھوڑا اُڑائے گا، اُس نے دُم چھوڑ کر دوسری طرف سُوئی چبھوئی، پھر آہ کی، اور پُوچھا اب کیا کرتے ہو، اس نے کہا کہ سر بناتا ہوں، آپ نے کہا کہ یہ کوئی دیکھے گا تھوڑا ہی ایسا ہی رہنے دو، پھر اُس نے پیٹ بنانا چاہا تو آپ کہتے ہیں کہ کوئی کھائے گا تھوڑا ہی، غرض جس عضو کو بناتا تھا آپ یہی کہتے تھے کہ اس کو کیوں بناتے ہو؟ اِس پر بنانے والے نے سُوئی پھینک دی اور کہا

شیرِ بے گوش و سر و شکم کہ دید   این چنیں شیرے خدا ہم نافرید

(بغیر کان و سر اور بغیر پیٹ کا شیر کس نے دیکھا ہے۔ ایسا شیر تو خدا نے بھی نہیں بنایا میں کیا بناؤں گا)

آگے مولانا فرماتے ہیں

چوں نداری طاقتِ سوزن زدن   زیں چنیں شیرِ ژیاں بس دم مزن

یعنی اگر تمہارے اندر اتنی طاقت نہیں ہے کہ سوئی کو برداشت کر سکو تو شیر کا نام بھی مت لو۔"

اس مثال کے پیشِ نظر ہم ارکانِ حکومت اور وزراء سلطنت سے بصد ادب عرض کرتے ہیں کہ اگر آنجناب میں اُمورِ شرعیہ کے نفاذ کی ہمت نہیں ہے تو شریعت بل کی باتیں چھوڑ دیں۔ یہ آپکے بس کی بات نہیں ہے اور اگر آپ نے ایسی ہی شریعت نافذ کرنی ہے جس میں نہ پردہ ہو نہ چور کے ہاتھ کٹیں نہ سود کا لین دین بند ہو تو خُدا کیلیے ایسی شریعت نافذ نہ کریں کہ یہ شریعت خدائی نازل کردہ شریعت نہیں ہے، بایں ہمہ اگر اربابِ اقتدار واقعی نفاذِ شریعت میں مخلص ہیں تو ہماری تجویز یہ ہے کہ وہ تاریخ سے سبق لیں ——

—— تاریخ بتلاتی ہے کہ برِّصغیر پاک و ہند میں جب انگریز آیا تھا تو اس وقت یہاں عملاً فقہ حنفی نافذ تھی، انگریز نے فقہ حنفی کو ختم کر کے اپنے خود ساختہ قوانین نافذ کر دیے تھے، اب جبکہ انگریز چلا گیا تو اربابِ اقتدار کو چاہیے کہ وہ اس کے خود ساختہ قوانین کو ختم کر کے اُن کی جگہ فقہ حنفی کو نافذ کر دیں۔ وما علینا الا البلاغ

نعیم الدین

مولای صلّ وسلّم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلّھم

درسِ حدیث

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ کے زیرِ اہتمام ہر اتوار کو نمازِ مغرب کے بعد جامعہ مدنیہ میں "مجلسِ ذکر" منعقد ہوتی تھی۔ ذکر سے فارغ ہو کر حضرت رحمہ اللہ حدیث شریف کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ ذکر و بیان کی یہ مُبارک اور رُوح پرور محفل کس قدر جاذب و پُرکشش ہوتی تھی الفاظ اس کی تعبیر سے قاصر ہیں۔

محترم الحاج محمود احمد عارف رح کی خواہش و فرمائش پر عزیز بھائی شاہد صاحب سلمہٗ نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے بہت سے دروس ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ محفوظ کر لیے تھے اور پھر دروس والی تمام کیسٹیں اُنہوں نے مولانا سیّد محمود میاں صاحب کو عطا کر دیں۔

ہماری دُعا ہے کہ جن کی مہربانی، توجّہ اور سعی سے یہ انمول علمی جواہر ریزے ہمارے ہاتھ لگے، حق تعالیٰ اُن سب کو بیش از بیش اَجر سے نوازے۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ یہ قیمتی لؤلؤ لالہ "انوارِ مدینہ" کے ذریعہ حضرت رحمہ اللہ کے مریدین و احباب تک قسط وار پہنچاتے رہیں گے۔

واضح رہے کہ حضرت کے خلفِ اکبر اور جانشین حضرت مولانا سیّد رشید میاں صاحب کے زیرِ اہتمام ذکر و درس کا یہ سلسلہ بفضلہ تعالیٰ اَب بھی جاری ہے۔

ہنوز آں ابرِ رحمت در فشاں است ۔۔۔ خم و خمخانہ با مہر و نشان است

کیسٹ نمبر ۲۲ سائیڈ بی ۲۲-۰۷-۱۹۸۳ء

الحمد للہ رب العٰلمین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ خیر خلقہ سیّدنا و مولانا محمّد وّ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین

اما بعد! عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِعَلِیٍّ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ[1]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: (دُنیا و آخرت میں قرابت و مرتبہ میں اور دینی مددگار ہونے کے اعتبار سے) تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسٰی علیہ السّلام کے لیے حضرت ہارون علیہ السّلام تھے۔ بس فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۳

پہلے ایک روایت گزری تھی جس میں یہ تھا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی" تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسٰی علیہ السّلام کے لیے حضرت ہارون (علیہ السّلام) ، اِلَّا اَنَّہٗ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ" سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں، مَیں نے اس کے بارے میں واقعہ نقل کیا تھا اور یہ کہ یہ جُملہ کس وقت ارشاد فرمایا،

حضرت آقائے نامدار صلّی اللہ علیہ وسلّم نے آنے والے واقعات میں سے بہت سے واقعے ایسے ہیں اہم جن کی اطّلاع دی ہے، اگر کسی شخص سے تعلّق تھا اُن واقعات کا تو اُسے بتا دیا اور کسی شخص سے نہیں ہے اُمّت سے ہے تو اہم واقعات ارشاد فرمادیے کہ یہ یہ چیزیں پیش آنے والی ہیں آگے کو آئندہ، تو اُنھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی بتلا دیا۔

جو واقعات اُن سے متعلّق تھے وہ حدیثوں میں آتے ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ جب کوئی چیز ایسی دیکھتے تھے تو فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے سچ فرمایا، اور کئی چیزیں ایسی پیش آئیں وہ اپنے دَور خلافت میں جب خلافت طے ہوگئی اور اس کا طریقہ مَیں نے پہلے عرض کیا تھا جو اُنھوں نے بنایا تھا کہ اہلِ بدر جس پر متفق ہوجائیں اُس کو خلیفہ ہونا چاہیے تو اہلِ بدر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ آپ خلیفہ ہوں تو آپ نے اُنھیں بیعت کیا اور یہ فرمایا کہ اس انتخاب کا حق جو ہے وہ اہلِ بدر کو ہے۔ کیونکہ اہلِ بدر کے برابر کسی کی قربانیاں نہیں سب سے پہلے خدا کی راہ میں نکلنے والے اہلِ بدر ہی ہیں جنھوں نے جہاد کیا۔ جانیں قربان کیں اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حفاظت اور آپ کے گِرد جانثاری کا مظاہرہ کیا، خدا کی راہ میں بہادری شجاعت بے جگری اِن چیزوں کا مظاہرہ کیا، اُن کا درجہ شروع سے آخر تک تمام صحابۂ کرام کی نظر میں بلند رہا۔

حدیث شریف میں آتا ہے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ میں نے فرشتے یعنی حضرت جبریل علیہ السّلام سے دریافت کیا جو اُن فرشتوں میں تھے جو بدر میں اُترے تھے (جن کے اُترنے کی غرض یہ تھی کہ لوگوں کے حوصلے بلند رہیں ہمّت نہ ہاریں برکت ہو کام میں، جلدی ہو زیادہ ہو تھوڑے وقت میں ہوجائے۔ مکمل ہوجائے۔ یہ فائدہ تھا اُن کے اُترنے کا) کہ اہلِ بدر کو تم لوگ یعنی فرشتے اپنے لوگوں میں اپنے فرشتوں میں کیسا سمجھتے ہو؟ کیا درجہ دیتے ہو؟ تو اُنھوں نے جواب دیا کہ جس

طرح سے کہ انسانوں میں (مسلمانوں میں) وہ افضل ہیں سب سے جو بدر میں شامل ہوئے تھے۔ اِسی طرح ملائکہ میں بھی وہ ملائکہ دوسرے ملائکہ میں افضل ہیں جو بدر کے موقع پر بھیجے گئے، تو اہلِ بدر کے انتخاب پر آپ منتخب ہو گئے، اور وہاں سے (مدینہ منوّرہ سے) روانہ ہونا چاہا، کچھ لوگوں نے کہا کہ جناب تشریف نہ لے جائیں کیونکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ مدینہ شریف میں رہے کہیں نہیں گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ میں رہے کہیں نہیں گئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مدینہ میں رہے کہیں نہیں گئے تو آپ بھی کہیں نہ جائیں کسی کو بھیج دیں جس مقصد کے لیے جانا ہے کسی کو بھیج دیں تو آپ نے فرمایا کہ مجھے جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے، (حضرت عبداللہ بن سلام ایک صحابی ہیں جو اہل کتاب میں سے تھے یعنی یہودی تھے اور مسلمان ہو گئے تھے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مقرب ترین صحابہ کرام میں تھے۔ انھوں نے عرض کیا منع کیا اُن سے آپ نے یہ حدیث بیان فرمائی تھی کہ مجھ سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے) کہ تمہاری موت اُس وقت تک نہیں ہو گی جب تک تمہارے اس حصّہ سے یہ حصہ رنگین نہ ہو جائے سر کی طرف اشارہ کیا اور ڈاڑھی کی طرف اشارہ کیا اور اس میں مقام بھی بتلایا گیا ہے۔ عراق، عراق کہاں فتح ہُوا تھا اُس وقت، اس وقت صرف حجازِ مقدس پر حکومت تھی اُس سے آگے نہیں تھی تو جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بہت سی چیزیں بتائی ہیں۔

ایک آدمی آیا اور اُس نے کہا کہ بڑے فاقہ کی حالت جا رہی ہے ہماری، دوسرے نے کہا اس طرح سے راستے محفوظ نہیں ہیں کسی اور نے کچھ اور کہا تو جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: دیکھو اتنا امن ہو جائے گا کہ ایک عورت حِیرَہ سے چل کر وہاں تک پہنچے گی اور اس طرح سے سفر کرے گی تن تنہا اور ہر آدمی سفر کرے گا لَا یَخَافُ اِلَّا اللّٰہَ اَوِالذِّئْبَ عَلٰی غَنَمِہٖ صرف اُسے خدا کا خوف ہو گا یا یہ اندیشہ ہو گا کہ کوئی جانور آ کر حملہ آور نہ ہو جائے۔ بھیڑیا نہ آ جائے میری بکریوں پر، اس کے علاوہ کوئی خوف نہ ہو گا۔

اور یہ بھی فرمایا آپ نے کہ دیکھو لَتُنْفِقُنَّ کُنُوْزَھُمَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یہ جو کسریٰ اور ہرقل ہیں ان دونوں کے یعنی روم سلطنتِ رومہ، شام کی سلطنت اور کسریٰ یہ فارس اور عراق پر جو دو علاقوں پر تھی حکومت اِن کی، ان کے خزانے تم لوگ خدا کی راہ میں خرچ کرو گے تو جس نے فاقہ کی شکایت کی تھی اُس کا بھی جواب ہو گیا کہ اتنا ملنے والا ہے اور جس نے شکایت کی تھی کہ

راستے محفوظ نہیں ہیں اُس کا بھی جواب آپ نے دے دیا کہ یہ دَور آنے والا ہے تو جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم یہ فرما رہے تھے کہ یہ دَور آنے والا ہے کہ ایسے سفر کرے گی ایک عورت اور بالکل محفوظ ہو گی ڈر ہی نہیں ہو گا۔ اُسے کسی قسم کا، تو حضرت عدی بن حاتم رضؓ کہتے ہیں کہ میں دل میں سوچ رہا تھا کہ اَیْنَ دُعَّارُ طَیٍّ۔ یہ جو بنی طَیٍّ کے ڈاکو ہیں یعنی جس قبیلے کے یہ خود تھے۔ عدی بن حاتم طائی یہ بنی طَیٍّ ایک قبیلہ تھا یہ لوگ لُوٹ مار کرتے تھے، اِدھر لُوٹ مار کرتے تھے تو دوسری طرف خرچ بھی کرتے تھے تو اُن کی کمائی کا ذریعہ بھی یہی تھا ڈاکے مار لیے قافلے لُوٹ لیے اِس طرح سے تو وہ کہنے لگے اَیْنَ دُعَّارُ طَیٍّ الَّذِیْنَ سَعَّرُوا الْبِلَادَ کہتے ہیں میں دل میں سوچ رہا تھا کہ یہ جو ڈاکو ہیں بنی طَیٍّ کے لوٹنے والے ہیں جنھوں نے شہروں میں آگ لگا رکھی ہے یہ کہاں چلے جائیں گے اُس وقت؟ پھر حضرت عدی رضؓ فرماتے ہیں کہ میں اُن لوگوں میں خود شامل تھا کہ جن لوگوں نے کِسریٰ کا خزانہ منتقل کیا بیت المال مدینہ منوّرہ میں، خزانہ وہاں سے اکٹھا کیا اور منتقل کر دیا، ارشاد فرمایا تھا۔ لَتُنْفِقُنَّ کُنُوْزَهُمَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ان دونوں سلطنتوں کے خزانے تم ضرور خرچ کرو گے خدا کی راہ میں، تو ایسے ہی ہُوا۔

صحابہ کرام کی زندگیاں تو فی سبیل اللہ خرچ کرنے ہی پر گزریں اُنہی کے ہاتھوں تسخیر ہوئی ان علاقوں کی، فتح ہُوئے یہ علاقے اور اُنھیں کے ہاتھوں اُن کی جو آمدنی تھی جو کچھ حاصل ہُوا مالِ غنیمت وہ اُنھیں ہی ملا اور وہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے عادی تھے۔ بہتر انداز میں سب سے بہتر انداز میں۔

حضرت عدیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ بھی فرمایا کہ دیکھو قیامت کے دن سب کے سب کو اللہ تعالیٰ کی رُؤیت حاصل ہو گی سب کو دیدار حاصل ہوگا اور وَلَا تُضَامُّوْنَ فِیْ رُؤْیَتِہٖ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے میں کوئی دُشواری نہیں ہو گی جیسے کہ چاند کو دیکھنے میں ہر آدمی اپنی جگہ دیکھ لیتا ہے۔ یہ ایک دوسرے پر نہیں چڑھتا، ہجوم نہیں کرتے، اسی طریقے پر خداوند کریم کی جو تجلیات ہوں گی، اُن سے ہر مُسلمان محظوظ ہو سکے گا حصّہ ملے گا اُس کو اللہ کی رُؤیت کا، تو گویا دو باتیں دنیا کی بتادیں اور اُس کے ساتھ وہ باتیں جو آخرت میں پیش آنے والی ہیں وہ اُس کے ساتھ تعلیم فرما دیں یہ فرما دیا کہ جو وہاں جائے گا پیش ہوگا قیامت کے دن دائیں طرف دیکھے گا تو جہنّم بائیں طرف دیکھے گا تو جہنّم،

فرمایا تم جو کچھ کر سکتے ہو کرو، اگر ایک آدمی خدا کی راہ میں ایک کھجور بھی نہیں خرچ کر سکتا تو پھر آدھی کھجور خرچ کرے ـــــــــ خرچ کرنا ایسی چیز ہے کہ اس سے قیامت کی آگ سے بچت ہوگی اور خرچ کرنے میں یہ نہیں کہ زیادہ ہو تو ہی خرچ کیا جائے کسی کی آمدنی تھوڑی ہے تو وہ تھوڑا ہی دے وہ پانچ کا سکّہ ہی دے سکتا ہے دس کا سکّہ ہی دے سکتا ہے مگر خرچ کی عادت ڈالے۔

خُدا کی راہ میں خرچ کرو اور نیت یہ کرو کہ قیامت کی آگ سے خُدا مجھے بچالے۔ ساتھ ساتھ یہ ذکر فرما دیا یہ تعلیم فرمادی یہ اقتصادی بھی ہے کہ ہر آدمی خرچ کرے۔

ایک دفعہ ایک صحابی نے پُوچھ لیا تھا کہ اگر کسی آدمی کے پاس خرچ کرنے کے لیے کچھ بھی نہ ہو پھر کیا کرے؟ تو فرمایا کہ پھر فَبِکَلِمَۃٍ طَیِّبَۃٍ کسی کو اچھی بات سُنادو، کسی کو اچھّی بات سُنا دینا اچھی تعلیم دے دینا یہ بھی صدقہ ہے اور اس کے بعد پھر فرمایا کہ کسی کی مدد کرو کوئی پریشان حال ہے اُس کی مدد کرو۔ کوئی بیمار ہے اُس کا کام کردو۔ کوئی پڑوسی ہے اُس کے پاس کام کے لیے آدمی نہیں ہے اس کا کام کردو۔ پڑوسی ہو یا مُسافر ہو یا کوئی مزدور ہو اُس کی مدد کردو، سامان اُٹھا کر اُس کے سر پر رکھوا دو، پُہنچانے میں اُس کی مدد کردو جو بھی مدد تم کر سکتے ہو کردو۔

مَلْہُوفُ جو پریشان حال ہے مدد چاہتا ہے اُس کی مدد کرنے میں کچھ خرچ نہ ہوتا ہو وہ کام تو کر سکتے ہو اپنے جسم سے کرنا ہے وہ کر دو تو آقائے نامدار صلّی اللہ علیہ وسلّم نے صحابہ کرام کو بہت ساری چیزیں بتائی ہیں۔

حضرت عدیؓ کو خطاب کر کر فرمایا ھَلْ رَأَیْتَ الْحِیْرَۃَ تم نے دیکھا ہے حیرہ مقام وہاں سے وہاں تک اس طرح فرمایا، اسی طریقہ پہ اور بھی صحابہ کرام ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ جو ساتھ ہی رہے ہیں۔ بچپن میں لے لیا تھا اپنے ساتھ لگالیا تھا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے پھر جب آپ مدینہ منوّرہ تشریف لے آئے تو پھر حضرت علیؓ بھی مکّہ مکرمہ سے آگئے جو امانتیں دینی تھیں وہ ادا کر کے وہ بھی آگئے اور ساتھ رہے شادی کردی بیٹی سے اور گھر ہی رکھ لیا، یہ گھر داماد رکھا تھا اِن کو جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایک مکان دے دیا الگ ہی رہتے تھے، رہتے الگ تھے مگر قریب تر تو ساری عمر ساتھ رہا ہے آقائے نامدار صلّی اللہ علیہ وسلّم کا، بعثت سے پہلے سے، نبوّت نہیں ہوئی تھی

ابھی لیکن نبوّت کے بعد سب سے پہلے ایمان لانے والوں ہیں کم عمر لوگوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں جو عمر بھی تھی آپ کی گیارہ سال یا زیادہ تھی تو اس میں سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں کم عمر لوگوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی ہیں اس میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے ایمان کون لایا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا یا حضرت علی رضی اللہ عنہ،

اور منیٰ وغیرہ میں نماز پڑھتے تھے تو یہ ساتھ ہوتے تھے اور لوگ دیکھتے تھے اور ہنستے بھی تھے۔ ساری عُمر گزاری آپ کے ساتھ تو اُن کو بہت چیزیں بتائیں اور بہت چیزیں آنہیں آتی تھیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف لوگوں کا رُجحان بہت تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی موجودگی تک جب وہ خود خلیفہ نہیں تھے اُس وقت تک لوگوں کا رُجحان علم حاصل کرنے کے لحاظ سے بہت تھا تو اُن سے لوگوں نے آپس میں ذکر بھی کیا کہ کیا وجہ ہے؟ ایک صحابی سے اُن کے بیٹے نے پُوچھا کہ کیا وجہ ہے اُن کے گرد اتنا (جمع ہوتے ہیں لوگ) اُنھوں نے کہا کہ کون ہے صحابہ کرام میں اور ایسا جو یہ کہے کہ مجھ سے پُوچھ لو۔

ایک جگہ فرمایا آپ نے اظہار فرمایا کہ کوئی سورت اور کوئی آیت جو آیتیں اکٹھی اُتری ہوں مثلاً میرے علم سے باہر نہیں ہیں، وہ کہاں اُتریں کس جگہ اور کس طرح اُتریں؟ کس قصہ میں اُتریں میں سب جانتا ہوں اور فرمایا کرتے تھے اپنے دَور میں بھی کہ مجھ سے پُوچھ لو، اس کا ثبوت ہے بالکل کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مسائل دریافت کرائے ہیں حضرت علیؓ سے اُس زمانہ میں جب لڑائی جاری تھی۔ ایک عورت کا مسئلہ دریافت کرایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ ہماری طرف تو ہوا نہیں۔ یہ ہُوا کہاں ہے قصّہ ایسا؟ کہیں قصّہ پیش آیا ہوگا آپ اس عورت سے پوچھنے لگے کہ تو شاید ہمارے اندر آگئی ہے اُدھر سے، ایسا تو نہیں کہ تو اُن سے تعلق رکھتی ہو؟ اس نے کہا نہیں بہرحال مسئلہ پوچھا اور اُنھوں نے جواب دیا اُس مسئلہ کا وہ مسئلہ لَایَنْحَلّ تھا جس میں تردُّد تھا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی اور اُنھوں نے اس طریقہ پر دریافت کرایا۔ بعد میں پتہ چل گیا ہوگا کہ یہ ہمارا نہیں ہے اُن کا ہے اور اس طرح سے کئی مسئلے پیش آئے لوگوں کو پتہ چلا جو متعلقین تھے جنھوں نے بیان کیا جن سے روایت چلی ہم تک پہنچی کتابوں میں موجود ہے تو اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ اُن کا درجہ بہت بلند ہے علمی اعتبار سے۔

اور آقائے نامدار صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بھی فرمایا کہ سب سے عمدہ فیصلہ دینے والے علی ہیں اور یہ ان لوگوں میں ہیں کہ جن کے فیصلے جنابِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے صحیح قرار دیے ہیں، یعنی کچھ صحابہ کرام ہیں ایسے کہ جنھیں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ تم پڑھایا کرو، کسی کو فرمایا تم فیصلے دیا کرو اور کیسے دوگے؟ یہ پُوچھ لیا پھر فرمایا ٹھیک ہے ایسے دو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا۔ وہاں سے وہ آئے اور ایک قصہ پیش آگیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فیصلہ دے دیا اُن کی تشفی نہ ہوئی وہ آئے، جب آتے اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں بھی یہی جانتا ہوں جو علی رض نے کہا، جو علی رض نے کہا وہی میرا علم بھی ہے یعنی میرا علم بھی وہی تقاضا کرتا ہے جو علی رض نے کہا اور ٹھیک کہا زور دینے کے لیے یہ فرمایا کہ جو علی رض نے کہا میں بھی وہی جانتا ہوں یہ زور دینے کے لیے تاکہ اُن کی ذہنی پُوری تشفی ہوجائے تو اُن لوگوں میں ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہ جنھوں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانے میں آپ کی موجودگی میں فتوی بھی دیے فیصلے بھی کیے اور آپ نے پسند فرمائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اتنے بڑے آدمی ہیں اور دَور ملا ہے کافی اُن کو دس سال کا عرصہ ملا ہے۔ اس میں تبلیغ کی اشاعت کی دین کی اور علوم بہت آئے تمام قسم کے مسائل پیش آتے رہے سب مسائل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ بھی لیتے رہے اور اُن کا فرمانا تھا کہ اَقْضَانَا عَلِیٌّ ہم میں سب سے زیادہ عمدہ فیصلہ دینے والے علی رض ہیں اور اِس میں کوئی شک نہیں

اپنے معاملہ میں بھی ذرا سی بھی زیادتی نہیں کی۔ شہادت کے قریب جب وہ خلیفہ تھے اپنے دَور میں ایک شخص آکر کہتا ہے کہ ان لوگوں نے آپ کے خلاف سازش کی ہے اور قسمیں کھائی ہیں کہ آپ کو شہید کردیں تو آپ نے فرمایا کہ میں اُن کے ساتھ کیا کرسکتا ہوں۔ یعنی شریعت میں کوئی تعلیم ایسی نہیں ہے کوئی اس طرح کا قانون نہیں دیا جاسکتا اور کوئی قانون ایسا نہیں بنایا جاسکتا کہ ان لوگوں کو سزا دے دی جائے کیونکہ ابھی ان لوگوں نے قتل کا ارتکاب نہیں کیا جب قتل کرلیں گے تو مجرم بنیں گے ابھی تو قسمیں کھائیں ہیں وعدہ آپس میں کیا ہے اُس آدمی نے کہا کہ آپ کو اِنھوں نے بُرا بھی کہا ہے گالیاں بھی دی ہیں تو انھوں نے فرمایا کہ ایسے ہے کہ میں تو اس کے جواب میں کچھ نہیں کہہ سکتا تم چاہو تو انھیں گالیاں دے لو اور یا رہنے دو ایسے ہی، آپ اپنے معاملہ میں اتنے ٹھنڈے تھے

اسی طرح ایک آدمی کی سمجھ میں نہیں آیا تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کَیْفَ اَقْتُلُ قَاتِلِیْ یہ جملہ بھی اُنکا منسوب ہے اُن کی طرف کہ میں اپنے قاتل کو کیسے قتل کر سکتا ہوں جو کسی کا قاتل ہوگیا اور وہ مقتول ہوگیا۔ مقتول تو مُردہ ہو جاتا ہے وہ کیسے قاتل کو مار سکتا ہے اور وہ قاتل جب بنے گا جب یہ مر چکا ہوگا۔ اُس سے پہلے وہ قاتل نہیں ہے وہ حملہ آور ضرور کہلائے گا قاتل نہیں کہلا سکتا تو کَیْفَ اَقْتُلُ قَاتِلِیْ میں اپنے قاتل کو کیسے مار سکتا ہوں ؟ تو اتنا انصاف کہ جب حملہ کیا ہے تو بھی آپ نے یہ فرمایا ہے کہ اگر میں مر جاتا ہوں اس حملے سے (وہ زہر آلود تلوار تھی اُس کے زخم سے شہادت اس طریقہ پر ہوئی ہے تو اگر مَیں اس سے مر جاتا ہوں) تو میرے ورثا جانیں اور اگر مَیں زندہ رہا تو مَیں جانوں اور یہ جانے، تو اتنا زیادہ انصاف اور عدل اور ٹھنڈا پن کہ کسی وقت بھی نہیں ہٹے اپنی جگہ سے یہ اُن کی خصوصیات ہیں اور پھر اس کے ساتھ ساتھ وُفورِ علم، اِس کے ساتھ ساتھ ذہن کی تیزی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ نے دیں، لیکن یہ بھی ہونا تھا ساتھ ساتھ جو کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا تھا اُنہیں۔

حضرت علی فرماتے ہیں اور حضرت زِرّ بن حُبیش اس کے ناقل ہیں (زِر بن حُبیش بہت بڑے قاری تھے، قُرّاء میں ہیں وہ کوفہ کے) تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا وَالَّذِیْ فَلَقَ الْحَبَّۃَ وَبَرَأَ النَّسَمَۃَ قسم اس ذات کی جس نے دانہ کو پھاڑ کر اُس میں سے پودا پیدا کیا وَبَرَأَ النَّسَمَۃَ اور جس نے انسان کو تراش کر پیدا کیا بَرَأَ النَّسَمَۃَ انسان کو جاندار کو ایک تراشا ہوا ناک کان آنکھ ہر چیز بنی ہوئی یا اچھی طرح پیدا کیا اِنَّہٗ لَعَھِدَ النَّبِیُّ الْاُمِّیُّ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سمجھا کر یہ بات فرما دی تھی اَنْ لَّا یُحِبَّنِیْ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَّلَا یُبْغِضَنِیْ اِلَّا مُنَافِقٌ مجھ سے محبّت کرنے والا وہی ہوگا جو ایمان والا ہوگا اور بغض رکھنے والا وہ ہوگا جو منافق ہوگا، تو ان سے محبت رکھنی ضروری ہے اور اُن سے نفرت منع ہے لیکن دونوں اعتدال میں ہوں محبت بھی اعتدال میں ہونی ضروری ہے اگر اعتدال سے ہٹ جائے تو وہ شیعیت ہو جائے گی وہ گمراہی ہو جائے گی۔

اور پھر اسی طرح ایک جگہ ارشاد فرمایا ہے کہ میری وجہ سے دو طرح کے فرقے پیدا ہو جائیں گے ایک وہ جو مجھ سے محبّت کرے گا اور اُس میں غلو کرے گا اور ایک وہ جو مجھ سے نفرت کرے گا اور اس میں غلو کرے گا، جو محبت کرے اور اُس میں بہت زیادہ آگے بڑھ جائے۔ دعویدار ہو جائے دعووں میں آگے بڑھ جائے۔ محبّت میں کیا آگے بڑھے گا۔ دعووں میں بڑھے گا آگے تو وہ شیعوں کا ہوگیا اور دوسرا طبقہ وہ جو نفرت کرنے والا ہے، وہ خوارج کا ہے وہ کہتے

(بقیہ بر صفحہ ۲۴)

مولانا عبدالحفیظ صاحب

(قسط: ۲ آخری)

فضائلِ آیت الکرسی

جنّات سے حفاظت

(۱۵) عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: وكلنی رسول الله صلّی الله عليه وسلّم بحفظ زكوٰة رمضان فاتانی آتٍ فجعل يحثو من الطعام فَاَخذته وقلت لَارْفعنّكَ الی رسول الله صلّی الله عليه وسلّم قال دعنی فانی محتاج، وعلیّ عيال ولی حاجة شديدة فَخَلّيْتُ عنه فَاَصْبَحْتُ فقال لی النّبی صلّی الله عليه وسلّم يا ابا هريرة ما فعل اسيرك البارحة؟ قلتُ يا رسول شكا حاجة شديدة وعيالا فرحمتهٗ و خليتُ سبيله قال اما انه قد كذبك وسيعود. فعرفتُ انه سيعود فرصدتُه فجاء

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ماہِ رمضان میں مجھے زکوٰۃ کے مال پر نگران مقرر کیا، تو ایک آنے والا آیا اور اشیاء خوردنی میں سے اُٹھانے لگا۔ مَیں نے اسے پکڑ کر کہا کہ مَیں تجھے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس لے کر جاؤں گا، اس نے کہا میں محتاج اور عیالدار ہوں اور سخت ضرورت مند ہوں لہٰذا مجھے چھوڑ دو مَیں نے اسے چھوڑ دیا۔ جب صبح ہوئی تو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مجھ سے پوچھا کہ اے ابوہریرہ تم نے اپنے رات والے قیدی کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ مَیں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اس نے اپنے ضرورت مند اور عیالدار ہونے کی شکایت کی تو مَیں نے اس پر رحم کھا کر اُسے چھوڑ دیا آپؐ نے ارشاد فرمایا اس نے تو تجھ سے

يحثو من الطعام فاخذتُه فقلتُ لَاَ رْفَعَنَّكَ الى رسول الله قال دعنى فانى محتاج و على عيال لا اعود فرحمته و خليتُ سبيله فاصبحت فقال لى رسول الله صلّى الله عليه وسلّم ما فعل اسيرك؟ قلتُ يا رسول الله شكا الى حاجة شديدةً وعيالاً فرحمتُهٗ وخليتُ سبيلَه فقال "اما انه كذبك و سيعود" فرصدته الثالثه فجاء يحثو من الطعام فاخذتُهٗ وقلتُ لَاَ رْفَعَنَّكَ الى رسول الله صلّى الله عليه وسلّم وهذ آخر ثلاث مراتٍ تزعم انّك لا تعود ، ثم تعود فقال دعنى اكلمك كلماتٍ ينفعك الله بها قلتُ ما هى ؟ قال اذا أويتَ الى فراشك فاقرأ آيةَ الكرسى (الله لآ اله الا هو الحى القيوم) حتى تختم الآية

جھوٹ بولا اور وہ پھر آئے گا تب مجھے یقین ہوگیا کہ وہ دوبارہ پھر آئے گا۔ مَیں اس کے انتظار میں تھا کہ وہ آگیا اور اشیاء خوردنی میں سے اُٹھانے لگا۔ مَیں نے اسے پکڑ کر کہا کہ مَیں تجھے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس لے جاؤں گا۔ اُس نے مجھے کہا کہ مجھے چھوڑ دو کیونکہ میں محتاج اور عیالدار ہوں، دوبارہ نہ آؤں گا۔ مجھے اس پر رحم آگیا اور مَیں نے اسے چھوڑ دیا جب صُبح ہُوئی تو رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مجھ سے دریافت فرمایا اپنے قیدی کے ساتھ کیا معاملہ کیا ؟ مَیں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اُس نے اپنے ضرورت مند اور عیالدار ہونے کی شکایت کی تو مجھے اس پر رحم آگیا اور مَیں نے چھوڑ دیا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اس نے تجھ سے جھوٹ بولا اور وہ دوبارہ پھر آئے گا۔ تیسری رات مَیں نے اس کا پھر انتظار کیا ، وہ (حسبِ معمول) آیا اور اشیاء خوردنی میں سے پھر اُٹھانے لگا۔ مَیں نے اسے پکڑ کر کہا کہ مَیں تجھے ضرور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس لے کر جاؤں گا اور یہ تیسری مرتبہ کا واقعہ ہے۔ تیرا خیال ہے کہ تو نہیں آئے گا

فانك لن يزال عليك من
الله حافظ ولا يقربنّك
شيطان حتى تصبح فخليت
سبيله ، فاصبحت فقال لى
رسول الله صلّى الله عليه وسلّم
ما فعل اسيرك البارحة؟
قلت يا رسول الله زعم
انه يُعَلمنى كلماتٍ
ينفعنى الله بها فخليت
سبيله قال ماهى فقلت
قال لى اذا آويت
الى فراشك فاقرأ
آية الكرسى من
اولها حتى تختم الآية (الله لا
اله الا هو الحى القيوم)
وقال لى لا يزال
عليك من الله حافظ
ولا يقربك شيطان
حتى تصبح وكانوا
احرص شى على
الخير فقال النبى صلّى
الله عليه وسلّم اما انه
قد صدقك وهو

(لیکن) تو پھر آئے گا۔ اس نے کہا مجھے چھوڑ
دو میں تمہیں ایسے کلمات سکھاؤں گا کہ
اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ تمہیں نفع دے گا
میں نے پُوچھا وہ کون سے کلمات ہیں،
اس نے بتایا کہ جب تم سونے کے لیے
اپنے بستر پر آؤ تو آیت الکرسی پڑھ لو اللہ
تعالیٰ کی طرف سے تم پر ایک محافظ مقرّر
ہو جائے گا اور صُبح تک تمہارے نزدیک
کوئی شیطان وغیرہ نہ آسکے گا۔ میں نے
اسے چھوڑ دیا۔ جب صُبح ہوئی تو رسول اکرم
صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مجھ سے دریافت
فرمایا "اپنے رات کے قیدی کے ساتھ کیا
معاملہ کیا" میں نے عرض کیا یا رسول اللہ
صلّی اللہ علیہ وسلّم اس نے مجھے چند ایسے
کلمات سکھانے کا وعدہ کیا جس سے اللہ
تعالیٰ مجھے نفع دیں گے۔ آپؐ نے دریافت
فرمایا وہ کلمات کون سے ہیں، میں نے عرض
کیا اس نے مجھے بتایا کہ جب تم اپنے بستر
پر سونے کے لیے) آؤ تو اوّل سے آخر
تک آیت الکرسی پڑھ لو اللہ تعالیٰ کی طرف
سے ایک محافظ و نگران تم پر مقرّر ہو جائے
گا صبح تک تمہارے قریب کوئی شیطان
وغیرہ بھی نہ آئے گا (صحابہ تو ہر خیر و بھلائی

كذوب تعلم من تخاطب منذ ثلاث ليال يا ابا هريرة ؟ قال لا قال ذاك شيطان [1]

کے حریص ہوتے تھے اس لیے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یقین کرلیا اور اسے چھوڑ دیا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا " اس نے یہ بات تم سے سچ کہی ہے جبکہ وہ بہت بڑا کذاب ہے۔ اے ابوہریرہ تم جانتے ہو کہ تم تین راتوں تک کس سے گفتگو کرتے رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ وہ شیطان تھا

"الدُّرُّ النظیم فی خواص القرآن العظیم" ابو محمد عبداللہ بن اسعد الیمنی الیافعی الشافعی رحمہ اللہ کی تالیف ہے، حکیم الاُمت حضرت تھانوی نوّرَ اللہ مرقدہٗ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "اعمال قرآنی" کا دوسرا حصہ تمام تر اسی سے ترتیب دیا ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ خود تحریر فرماتے ہیں۔ حالتِ سفر میں اتفاق سے مجھ کو کتاب "الدر النظیم" تصنیف امام یافعی شافعی علیہ الرحمۃ کی ہاتھ لگی جس میں انہوں نے کتاب البرق اللامع" تالیف قاضی ابوبکر غسانی اور کتاب "خواص آیات و فواتح" تالیف امام غزالی رحمہ اللہ کے مضامین کو یکجا جمع کر دیا اس کو دیکھ کر جی میں آیا کہ اس کو ملتقط و منتخب کرکے اعمال قرآنی کا تتمہ بنا دیا جائے" [2]

ہمارے سامنے یہی کتاب ہے اس سے ہم آیت الکرسی کے فضائل مع عربی عبارات نقل کرتے ہیں۔

ہر مقصد کے حصول کے لیے

① عن انس بن مالك رضى الله عنه ان رسول الله عليه الصلوة والسلام قال من كانت له حاجة فليسبغ الوضوء

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جس شخص کو کوئی حاجت پیش آجائے تو اُسے چاہیے کہ (آداب و مستحبات

[1] بخاری ج ۱ ص ۳۱۰ [2] اعمال قرآنی حصہ دوم ص ۱

وصل رکعتین یقرأ فی الاولی بفاتحة الکتاب و آیة الکرسی و فی الثانیه بفاتحة الکتاب و آمن الرسول الایة و یتشهد و یسلم و یدعو بهذ الدعاء

" اَللّٰهُمَّ یَا مُؤْنِسَ كُلِّ وَحِیْدٍ وَّ یَا صَاحِبَ كُلِّ فَرِیْدٍ وَّیَا قَرِیْبًا غَیْرَ بَعِیْدٍ وَّ یَا شَاهِدًا غَیْرَ غَائِبٍ وَ یَا غَالِبًا غَیْرَ مَغْلُوْبٍ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ یَا بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَیِّ الْقَیُّوْمِ الَّذِیْ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ وَ اَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَیِّ الْقَیُّوْمِ الَّذِیْ عَنَتْ لَهُ الْوُجُوْهُ وَ خَشَعَتْ لَهُ الْاَصْوَاتُ وَوَجِلَتْ مِنْ خَشْیَتِهِ الْقُلُوْبُ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ

کا خیال رکھ کر) کامل وضو کرے اور دو رکعات نماز اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد آیت الکرسی پڑھے اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد آمن الرسول سے آخر سورۃ تک پڑھے پھر تشہد کے بعد سلام پھیر کر مندرجہ ذیل دُعا پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت طلب کرے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی حاجت پوری فرما دیں گے۔

(نوٹ) کذا وکذا کی جگہ اپنی حاجت و مطلب کو خیال میں رکھے۔

" اَللّٰهُمَّ یَا مُؤْنِسَ كُلِّ وَحِیْدٍ وَّ یَا صَاحِبَ كُلِّ فَرِیْدٍ وَّ یَا قَرِیْبًا غَیْرَ بَعِیْدٍ وَّ یَا شَاهِدًا غَیْرَ غَائِبٍ وَ یَا غَالِبًا غَیْرَ مَغْلُوْبٍ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ یَا بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَیِّ الْقَیُّوْمِ الَّذِیْ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ وَاَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَیِّ الْقَیُّوْمِ الَّذِیْ عَنَتْ لَهُ الْوُجُوْهُ وَخَشَعَتْ لَهُ الْاَصْوَاتُ وَوَجِلَتْ مِنْ خَشْیَتِهِ الْقُلُوْبُ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی

مُحَمَّدٍ وَاَنْ تَقْضِیَ لِیْ کَذَا وکَذَا" فَاِنَّہٗ تَقْضِیْ حَاجَتَہٗ ۔[1]

سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَاَنْ تَقْضِیَ لِیْ کَذَا وکَذَا ۔

ہر مرض سے شفاء

(۲)۔ وقال علیہ الصلوۃ والسّلام من اخذ من ماء المطر وقرء علیہ فاتحہ الکتاب سبعین مرۃ وآیۃ الکرسی سبعین مرۃ وقل ھو اللہ احد سبعین مرۃ والمعوذتین سبعین مرۃ، والذی نفسی بیدہ ان جبرأیل علیہ السّلام جاءنی واخبرنی انہ من یشرب من ھذا الماء سبعۃ ایام متوالیۃ فان اللہ سبحانہ وتعالی یدفع عنہ کل داء فی جسدہ ویعافیہ منہ یخرج من عروقہ ولحمہ وعظمہ وجمیع اعضائہ[2]

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ جو شخص بارش کا پانی لے کر اس پر سورۃ فاتحہ ستر بار، آیت الکرسی ستر بار قل ھو اللہ احد ستر بار اور معوذتین (قل اعوذ برب الناس اور قل اعوذ برب الفلق) ستر بار پڑھ کر دم کرے تو آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے قسم اُٹھا کر ارشاد فرمایا کہ جبریل علیہ السّلام میرے پاس تشریف لائے اور مجھے خبر دی کہ جو شخص یہ پانی سات روز تک متواتر پیے گا تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اس کے جسم سے ہر بیماری دُور فرما دیں گے اور اسے صحّت وعافیت عطا فرمائیں گے اور اس کے گوشت پوست اور اس کی ہڈیوں سے بلکہ تمام اعضاء سے اسے نکال دیں گے۔

شیطان جن اور ہر قسم کے جادو اور چوری وغیرہ سے حفاظت

(۳) وقال علیہ الصلوۃ والسلام من قرء آیۃ الکرسی وثلاث آیات

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشادِ گرامی ہے کہ جو شخص آیت الکرسی اور سورۃ اعراف

[1] الدر النظیم ص ۱۱　[2] الدر النظیم ص ۱۶

من الاعراف ان ربكم الله الذي خلق
السموات والارض الى قوله
محسنين والصافات الى قوله
لازب وسورة الرحمن من سنفرغ
لكم ايها الثقلان الى قوله
فلا تنتصران عصم يومه من
كل شيطان ومن كل ساحر مضر ومن كل
شيطان من الانس ومن كل سلطان ظلوم
ومن كل لص ومن كل سبع ضار
ومن قرأهن من ليلة فله مثل ذلك [1]

کی تین آیتیں۔ ان ربکم اللہ الذی خلق
السموات والارض سے اِنَّ رحمتَ اللہِ
قریبٌ من المحسنین تک اور سورۂ صافات
کے شروع سے لَازِبٍ تک اور سورۂ رحمٰن
کی آیتیں سَنَفْرُغُ لَکُمْ اَیُّھَا الثَّقَلٰنِ
سے فَلَا تَنْتَصِرَانِ تک اگر دن میں پڑھے
گا تو تمام دن اور اگر رات میں پڑھے تو تمام
رات شیطان سرکش اور جادوگر ضرررساں
اور حاکم ظالم سے اور تمام چوروں اور درندوں
سے محفوظ رہے گا۔

دفعِ وسوسہ وایذاءِ جن وانس، برکت رزق وصحّتِ بدن وحفاظت از جمیع آفات

(۴) من قرأ هذه الآية في كل يوم
وليلة عقب كل صلاة امن من وسوسة
الشيطان ومكره ومن تمرد الجان
واعاذه الله من الفقر ورزقه من حيث
لا يحتسب، ومن واصل قرأتها عند
كل صباح ومساء وعند دخوله الى
منزله وفراشه امن من السرقة
والفقر والحريق والشرور ورزق
صحة البدن وسلم من فزع الليل

جو شخص ان آیتوں کو (آیت الکرسی سے لیکر
خالدون تک) ہر نماز کے بعد پڑھا کرے شیطان
کے وسوسہ اور سرکش شیاطین کے مکر و
ایذاء سے محفوظ رہے اور فقیر سے غنی ہو
جائے اور ایسے طریق سے رزق ملے کہ اس
کو گمان بھی نہ ہو اور جو شخص صبح و شام اور
گھر میں داخل ہونے کے وقت اور بستر
پر لیٹنے کے وقت ہمیشہ پڑھا کرے تو چوری
فقر وفاقہ اور جلنے اور ہر قسم کے شرور سے

[1] الدر النظیم ص ۱۶

والرجفۃ وسکن قلبہ من الوجع، ومن کتبھا فی شقاقِ طین وجعلھا فی غلۃ لم تسرق ولم تسوس وبورك فیھا، ومن کتبھا وجعلھا فی اعلی عتبۃ حانوتہ او باب منزلہ وبستانہ کثر علیہ الرزق ولم یرخصاصۃ ولاخسارۃ ولم یدخل علیہ لص واذاکنت فی سفرٍ او موضع فخیف فخط علیك بالحربۃ دائرۃ واقرأ علیھا آیۃ الکرسی وسورۃ الاخلاص والمعوذتین والفاتحۃ و"قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا (الآیۃ) فانك لا یصل الیك احد ولا یقدر احد علی اذیتك من الجن والانس[1]

محفوظ رہے اور صحت نصیب ہو اور ہر قسم کے خوف اور اندیشہ سے سالم رہے۔ اور اگر اسے ٹھیکریوں پر لکھ کر غلہ میں رکھ دے تو چوری نہ ہو اور گھن سے محفوظ رہے اور اس میں برکت ہو۔ اور جو اسے اپنی دکان یا مکان میں کسی اُونچی جگہ رکھ دے تو رزق بڑھے اور کبھی فاقہ نہ ہو اور وہاں چور نہ آئے۔ اور اگر کسی خوف ناک جگہ میں رہنے کا اتفاق ہو تو یہ آیتیں مع سورۃ اخلاص اور معوذتین اور آیت قُل لَّنۡ یُّصِیۡبَنَاۤ اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا ھُوَ مولانا وعلی اللّٰہِ فلیتوکل المتوکلون پڑھ کر اپنے گرد ایک دائرہ کھینچ لے انشاء اللہ کوئی موذی نہ پہنچ سکے گا اور کوئی جن یا انسان ایذاء نہ پہنچا سکے گا۔

قبولیت دُعاء کے لیے

(۵) جمعہ کے روز عصر کی نماز کے بعد خلوت میں ستر بار آیت الکرسی پڑھنے سے قلب میں عجیب کیفیت پیدا ہو گی اور اس حالت میں جو دُعاء کرے گا قبول ہو گی۔[2]

بقیہ: درسِ حدیث

ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ مسلمان ہی نہیں تھے، معاذ اللہ، وہ اسلام پر ہی نہیں تھے وہ تکفیر کرتے ہیں، تو اس طرح کی چیزیں سیدنا علی کرّم اللہ وجہہ کے متعلق ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اُن کی محبت دے اور آخرت میں اُن کا ساتھ نصیب فرمائے۔

[1] الدر النظیم ص ۳۵ [2] اعمال قرآنی ص۹۲ حصہ سوم

مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری (قسط: ۱)

ہم آپس میں کیسے مل کر رہیں؟

سورۃ الحجرات کی تین آیات کا ترجمہ اور ضروری تشریح

ارشادِ ربانی ہے

یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْھُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْھُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝	اے ایمان والوں نہ تو مرد مردوں کی ہنسی اُڑائیں ہو سکتا ہے کہ وہ اُن سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں کی ہنسی اُڑائیں ممکن ہے کہ وہ اُن سے بہتر ہوں اور نہ اپنی جانوں کو عیب لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کو بُرے لقب سے یاد کرو اور ایمان کے بعد گناہ کا نام لگنا بُرا ہے اور جو شخص توبہ نہ کرے تو یہ لوگ ظلم کرنے والے ہیں۔
یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا ؕ اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتًا فَکَرِھْتُمُوْہُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ تَوَّابٌ	اے ایمان والو بہت سے گمانوں سے بچو بلاشبہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور تجسّس نہ کرو اور بعض بعض کی غیبت نہ کریں کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھائے اسے تو تم بُرا سمجھتے ہو، اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا

رَّحِیْمٌ ﴿۱۲﴾ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ط اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ط اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ﴿۱۳﴾

ہے مہربان ہے۔ اے لوگو بے شک ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور پھر تمہارے مختلف خاندان اور قبیلے بنا دیے تاکہ آپس میں شناخت کر سکو بے شک تم میں سب سے بڑا عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے بڑا پرہیز گار ہے بیشک اللہ جاننے والا باخبر ہے۔

ان آیات میں اہلِ ایمان کو چند نصیحتیں فرمائی ہیں اوّلاً تو یہ فرمایا کہ ایک دوسرے کا مذاق نہ بنائیں اور کوئی کسی کے ساتھ تمسخر نہ کرے چونکہ مردوں کا آپس میں زیادہ ملنا جلنا رہتا ہے اور عورتوں کا عورتوں سے زیادہ میل جول رہتا ہے اس لیے طرزِ خطاب یوں اختیار فرمایا کہ مرد مردوں کا مذاق نہ بنائیں اور عورتیں عورتوں کا مذاق نہ بنائیں، یہ مطلب نہیں ہے کہ مردوں کو عورتوں کا اور عورتوں کو مردوں کا مذاق اُڑانے کی اجازت دی گئی ہے، ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ ــــ ہنسی کرنے والوں اور مذاق کرنے والوں کو اس کا کیا حق ہے کہ کسی کا مذاق بنائیں اصل بڑائی ایمان اور اعمالِ صالحہ سے ہے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہونے سے ہے۔ ہر شخص، ہر شخص کے ظاہری اعمال باطنی جذبات اخلاص و حسنِ نیت کو نہیں جانتا اور یہ بھی نہیں جانتا کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہے یا نہیں اس سے بڑھ کر بات یہ ہے کہ موت کے بعد کون کس سے افضل ہوگا اس کا بھی علم نہیں، ہو سکتا ہے کہ جس کا مذاق بنایا جا رہا ہے وہ مذاق بنانے والے سے بہتر ہو۔ مردوں میں بھی یہی بات ہے اور عورتوں میں بھی۔ اگر موت کے بعد اپنے اچھے حال کا اور جس کا ــــ مذاق بنا رہے ہے اور اس کی بدحالی کا یقین ہو جاتا تو تمسخر کرنے کی کوئی وجہ بھی تھی، لیکن جب اپنے ہی بارے میں علم نہیں کہ میرا کیا بنے گا تو دوسرے کا مذاق بنانے کا کیا مقام ہے کسی کا مذاق بنانے میں ایک تو تکبر ہے کیونکہ مذاق بنانے والا یہ سمجھتا ہے کہ میں ایسا نہیں ہوں جیسا وہ ہے اگر اپنے حالات کا استحضار ہو تو کبھی کسی کی برائی اور غیبت کرنے اور کسی کا مذاق بنانے کی نہ ہمت ہو نہ فرصت ملے، دوسرے

کا مذاق بنانے میں ایذاء رسانی بھی ہے اس سے اس کو قلبی تکلیف ہوتی ہے جس کا مذاق بنایا گیا۔ ایذاء دینا حرام ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ تو اپنے بھائی سے جھگڑا نہ کر اور اس سے مذاق نہ کر (جس سے اسے تکلیف پہنچے) اور اس سے کوئی ایسا وعدہ نہ کر جس کی تو خلاف ورزی کرے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۷)

خوش طبعی کے طور پر آپس میں جو مذاق کیا جاتے جسے عربی میں مزاح کہتے ہیں وہ درست ہے مگر جھوٹ بولنا اس میں بھی جائز نہیں ہے اور اگر مزاح سے کسی کو تکلیف ہو تو وہ بھی جائز نہیں ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کبھی کبھی مزاح فرما لیتے تھے۔ آپ نے فرمایا میں اس موقع پر بھی حق بات ہی کرتا ہوں۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۶)

یاد رہے کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ کسی کا تمسخر زبان سے ہی ہو آنکھ سے یا ہاتھ سے یا سر سے اشارہ کر کے کسی کا مذاق بنانا اسے معلوم ہو یا نہ ہو یہ سب حرام ہے۔ سورۃ الھمزۃ میں اس پر تنبیہ فرمائی ہے۔ فقال اللہ تعالیٰ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ۔ (بڑی خرابی ہے اس شخص کے لیے جو پس پشت عیب نکالنے والا ہو اور سامنے طعنہ دینے والا ہو ۱۲

دوسری نصیحت فرمائی وَلَا تَلْمِزُوٓا أَنفُسَكُمْ اور اپنی جانوں کو عیب نہ لگاؤ یہ بھی بہت جامع نصیحت ہے کسی کو طعنہ دینا اس کے جسم میں بول چال میں قد میں عیب ظاہر کرنا زبان سے ہو یا اشارے سے خط میں لکھ کر ہو مضمون شائع کر کے ہو لفظوں کے عموم میں یہ سب باتیں آ گئیں اگر کسی کے اندر کوئی عیب موجود ہو تب بھی عیب ظاہر کرنے کے طور پر بیان کرنا حرام ہے کسی دراز قد کو لمڈھینگ یا لمبو کہہ دینا۔ پستہ قد کو ٹھنگنا بتا دیا کسی کے ہکلے پن کی نقل اُتار دی جس کی چال میں فرق ہے اسے لنگڑا کہہ دیا نابینا کو اندھا کہہ کر پکارا یہ سب عیب لگانے میں آتا ہے اور اس طرح جو باتیں عام طور پر رواج پذیر ہیں ان سب سے پرہیز کرنا لازم ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ازواج میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا قد چھوٹا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے عرض کیا کہ صفیہ کا قد چھوٹا ہے (اور یہ بطور عیب لگانے کے کہا) آپ نے فرمایا کہ تو نے ایسا کلمہ بولا ہے کہ اگر اسے سمندر میں

بھی ملادیا جائے تو اسے خراب کرکے رکھ دے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۴)

یاد رہے کہ ولا تلمزوا غیرکم نہیں فرمایا بلکہ ولا تلمزوا أنفسکم فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ سب مسلمان آپس میں ایک ہی ہیں جب کسی مسلمان کو عیب لگایا تو اپنی ذات کو بھی عیب دار بنا دیا، پھر یہ بات بھی ہے کہ جب کسی کو کچھ کہیں گے تو وہ اُلٹ کر جواب دے گا اس طرح سے اپنا عمل اپنے ہی طرف لوٹ کر آجائے گا اور اپنی اس بے آبروئی کا سبب خود ہی بنیں گے۔

تیسری نصیحت یہ فرمائی وَلَا تَنَابَزُوا بِالْاَلْقَابِ (اور نہ ایک دوسرے کو بُرے لقب سے یاد کرو) اس میں آپس میں ایک دوسرے کو بُرا لقب دینے اور بُرے القاب سے یاد کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ مثلاً کسی مسلمان کو فاسق یا منافق یا کافر کہنا اور کسی ایسے لفظ سے یاد کرنا جس سے بُرائی ظاہر ہوتی ہو اس سے منع فرمایا کسی کو کُتا یا گدھا یا خنزیر کہنا کسی نومسلم کو اس کے سابق دین کی طرف منسوب کرنا یعنی یہودی یا نصرانی کہنا یہ سب تَنَابُزْ بِالْأَلْقَابْ میں آتا ہے یہ بھی حرام ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پہلے یہودی دین پر تھیں۔ اُن کا اُونٹ مریض ہوگیا تو آپ نے اپنی دوسری اہلیہ زینبؓ بن جحش سے فرمایا اسے ایک اُونٹ دے دو انہوں نے کہا کیا میں یہودی عورت کو دے دوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے اِس جواب کی وجہ سے غصہ ہوگئے اور ذی الحج اور محرم اور کچھ ماہ صفر کا حصہ ایسا گزرا کہ آپ نے زینبؓ سے تعلقات نہیں رکھے۔ (رواہ ابوداؤد ص ۲۷۶ ج ۲) مسند احمد ص ۳۳۷ و ص ۳۳۸ ج ۶ میں ہے کہ یہ واقعہ سفرِ حج کا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آیت میں تَنَابُزْ بِالْاَلْقَابْ سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص نے کوئی گناہ یا بُرا عمل کیا ہو اور پھر اس سے تائب ہوگیا ہو اس کے بعد اس کو اُس بُرے عمل کے نام سے پکارنا مثلاً چور یا زانی یا شرابی وغیرہ کہنا (ذکرہ فی معالم التنزیل) ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جس نے اپنے (مسلمان) بھائی کو کسی گناہ کی وجہ سے عیب دار بتایا یعنی عیب لگایا تو یہ شخص اس وقت نہیں مرے گا جب تک خود اس گناہ کو نہ کرلے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۴)

پھر فرمایا بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ (اور ایمان کے بعد گناہ کا نام لگنا بُرا ہے)

اس کا مطلب یہ ہے کہ تم مومن ہو کسی کو کسی کا مذاق بناؤ گے عیب لگاؤ گے بُرے لقب سے یاد کرو گے تو یہ فسق کا کام ہوگا کہنے والے کہیں گے کہ دیکھو وہ آدمی فاسق ہے، مسلمان ہو کر فسق اور گناہگاری کی صفت سے اپنی ذات کو موصوف اور معروف کرنا بُری بات ہے کوئی شخص مومن ہو اور اس کی شہرت گناہگاری کے ساتھ ہو یہ بات اہلِ ایمان کو زیب نہیں دیتی جب اسلام کو اپنا دین بنا لیا تو اسلام ہی کے کاموں پر چلیں اور صالحین میں شمار ہوں فاسقین کی فہرست میں کیوں شمار ہوں اور تفسیر قرطبی میں بِئْسَ الاسم الفسوق کا ایک معنی یہ لکھا ہے کہ جو کوئی شخص مومن ہو اس نے گناہ کر لیا پھر توبہ کر لی تو اس کو فسق کے نام سے یاد کرنا بُری بات ہے۔ مثلاً نومسلم کو کافر بتایا یا سابق گناہ کی وجہ سے زانی یا سارق یا چور کہنا بُری بات ہے یعنی جس کے حق میں یہ بات کہہ رہے ہو۔ وہ مؤمن ہے تو اسے بُرے لقب سے یاد کرنا بُری بات ہے۔

آخر میں فرمایا وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ اور جو گناہوں سے توبہ نہ کرے سو یہ لوگ ظلم کرنے والے ہیں۔ ان کا ظلم ان کی جانوں پر ہے تمام گناہوں سے توبہ کریں عمومِ حکم میں ان تینوں گناہوں سے بھی توبہ کرنا ہے جن کا آیات بالا میں ذکر گزرا۔

چوتھی نصیحت یہ فرمائی کہ بدگمانی سے پرہیز کرو، ارشاد فرمایا: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ز کہ اے ایمان والو بہت سے گمانوں سے بچو اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں، بات یہ ہے کہ بدگمانی بہت سے گناہوں کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ بہت سے لوگوں میں وہ بات ہوتی ہی نہیں جسے محض اٹکل اور گمان سے طے کر لیا جاتا ہے اور پھر اپنے گمان کے مطابق تہمتیں لگاتے ہیں اور غیبتیں کرتے ہیں۔ بدگمانی کی بنیاد پر جو باتیں کہی جاتی ہیں وہ آگے بڑھتی ہیں اس سے آپس میں فتنہ فساد پیدا ہوتا ہے حالانکہ گمان اپنا ایک ذاتی خیال ہوتا ہے خیال کا صحیح ہونا ضروری نہیں اسی لیے سورۃ النجم میں فرمایا ہے اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا کہ گمان حق کے بارے میں کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتا مومنین سے اچھا گمان رکھیں اور بدگمانی سے پرہیز کریں۔ یاد رہے کہ اگر کسی شخص سے کچھ نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو اس سے میل جول میں احتیاط کرنا اور اس کے شر سے بچنے کے لیے یہ خیال کرنا کہ ممکن ہے کہ یہ مجھے کوئی تکلیف پہنچا دے۔ یہ اس گمان میں نہیں آتا جو گناہ ہے اپنی احتیاط

کر لے غیبت نہ کرے اور گمان کو یقین کا درجہ بھی نہ دے۔

اگر غیر اختیاری طور پر کسی کے بارے میں کوئی گمان ہو جائے تو اس پر مؤاخذہ نہیں، مگر اپنے خیال پر یقین بھی نہ کرے اور اس کے مقتضیٰ پر عمل بھی نہ کرے۔

آیت کریمہ میں فرمایا ہے کہ بہت سے گمانوں سے بچو۔ اور ساتھ ہی یہ فرمایا کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اس سے معلوم ہُوا کہ بعض گمان گناہ نہیں ہوتے بلکہ محمود اور مستحب بھی ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان رکھے کہ وہ معاف فرمادے گا بخش دے گا۔ اسی طرح مسلمانوں کے ساتھ خاص کر صالحین کے ساتھ اچھا گمان رکھا جائے۔ البتہ مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ ایسے احوال اور ایسے مواقع سے بچیں جن کی وجہ سے دیکھنے والوں کو اور ساتھ رہنے والوں کو بدگمانی ہوسکتی ہو اپنے اعمال و احوال اور چال ڈھال اور اقوال میں ایسا انداز اختیار نہ کرے جس سے لوگ بدگمانی کا شکار ہو جائیں کیونکہ لوگوں کی نظروں میں بُرا بن کے رہنا یہ بھی کوئی اچھی بات نہیں ہے۔

پُرانی قبر میں سالہا سال پہلے دفن کردہ میّت تازہ تھی خوشبو بھی آرہی تھی

کر مشانی (نامہ نگار) کر مشانی میں محلہ تانی خیل کے ڈیڑھ سو سالہ پرانے قبرستان میں ایک بوسیدہ قبر میں کئی سال گزرنے کے بعد بھی میت تازہ کی تازہ رہی۔ کہا جاتا ہے کہ قبرستان میں سے ٹریکٹر کے گزرنے کے دوران ایک ٹائر زمین میں دھنس گیا۔ جب ٹریکٹر کو نکالا گیا تو وہاں پر ایک پرانی قبر شہید ہو گئی۔ اہل محلہ جو بڑی تعداد میں وہاں پر موجود تھے۔ انہوں نے کئی سال پرانی قبر کے شگاف کو جب بند کرنا چاہا تو تمام لوگوں کی زبانوں پر کلمہ شہادت اور قدرت کی صفات شروع ہو گئیں کیونکہ قبر کے اندر موجود کسی ۳۰ سالہ شخص کی میت کفن سمیت کئی سال گزرنے کے باوجود ویسی تھی جیسے آج ہی دفنائی گئی ہو جبکہ قبر میں سے بڑی اچھی خوشبو آرہی تھی۔

روزنامہ نوائے وقت لاہور ص۳ کالم نمبر ۶
یکم جمادی الثانیہ ۱۴۱۹ھ ۲۳ ستمبر ۱۹۹۸ء

الحاج سیّد امین گیلانی

خدا کے لیے

مجھے تُو اے بُتِ کافرستا خدا کے لیے

خُدا کا بندہ ہوں کچھ کر حیا خُدا کے لیے
تُو میرے عیب چُھپا اور چھپا خُدا کے لیے

سفینے والوں کو اے نا خدا خدا کے لیے
بچا بھنور سے کنارے لگا خدا کے لیے

تُو جب ستائے مَیں کرتا ہوں تب خُدا کو یاد
مجھے تُو اے بُتِ کافرستا خدا کے لیے

خُدا ہمیشہ رکھے تیرا میکدہ آباد
شرابِ شوق پلا ساقیا خدا کے لیے

یہ مفتیوں کو خبر ہو ، حلال ہے کہ حرام
پیالہ زہر کا مَیں نے پیا خدا کے لیے

بکھیر اِدھر بھی کبھی زلفِ یار کی خوشبو
گزر اِدھر سے بھی بادِ صبا خدا کے لیے

بہت بُرا ہے کسی کو بُرا کہوں لیکن
مَیں کہہ رہا ہوں بُروں کو بُرا خدا کے لیے

خدا بُتوں سے نہ لے کام پھر خدا نہ ہُوا
بُتوں سے رکھ تو مگر رابطہ خدا کے لیے

فقیر کہنے لگا تنگ آ کے دُنیا سے
تُو چھوڑ دے مری دہلیز، جا خدا کے لیے

حرم پہ قبضے کی تدبیر کر رہے ہیں یہود
نکل کے برسرِ میداں تو آ خدا کے لیے

اگر تو چاہے کہ گردن رہے تری اُونچی
تو ذوق و شوق سے گردن کٹا خدا کے لیے

یہ رقص و نغمہ ہیں تیرے لیے اجل کا پیام
رباب پھینک دے تلوار اُٹھا خدا کے لیے

وہ دیکھ بجنے لگے ہیں درا کلیسا کے
حرم سے گونجے اذاں کی صدا خدا کے لیے

تُو جاگتا ہے تو پھر جاگنے سے کام بھی لے
جو سو رہے ہیں اُنہیں بھی جگا خدا کے لیے

جو تیرے ہاتھ میں ہے شمع پھر تو ہمّت کر
تمام شمعیں اِسی سے جلا خدا کے لیے

تُو اُس کے واسطے آنسو بہا کے ناز نہ کر
وہ جس کا خون بہایا گیا خدا کے لیے

ہمیشہ توڑنے والوں سے جوڑتے رہنا
امیںؔ نہ چھوڑنا یہ سلسلہ خُدا کے لیے

یادِ رفتگاں

(قسط:۱)

استاذ الجامعہ

حضرۃ مولانا مرزا گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد عرفان صاحب فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ لاہور

بچپن میں بچّہ کا ذہن بہت سادہ اور بہت سے حالات و واقعات کو ننھے سے ذہن میں محفوظ کرنے کی صلاحیّتوں سے مالا مال ہوتا ہے۔ بچّے بعض باتوں کو ازخود ذہن میں بٹھانے کی کوشش کرتے ہیں اور بعض باتیں غیر ارادی طور پر ذہن کی چھوٹی سی سکرین پر ایسی محفوظ ہو جاتی ہیں کہ اگر دھکے دے کر ان باتوں کو ذہن بدر کیا جائے تب بھی وہ ذہن سے نکلنے کا نام نہیں لیتیں۔

جوانی میں بہت سے حوادثِ زمانہ اور بیش از بیش پروگرام یاد کرنے اور یاد رکھنے پڑ جاتے ہیں اس لیے عہدِ طفولیت کی وہ سادگی ذہن عنقاء ہو جاتی ہے۔ بڑھاپے میں تو بحرِ حوادث کے تھپیڑے اتنا لاغر اور کمزور کر دیتے ہیں کہ انسان چراغِ راہ بن جاتا ہے۔ ابھی بجھا کہ ابھی بجھا۔

غالباً ۱۹۷۹ء کی بات ہے۔ راقم الحروف کا عہد طفولیت تھا۔ قرآنِ پاک ابھی حفظ کیا ہی تھا اور جامعہ مدنیہ میں درجہ اُولیٰ کی کتب میں داخلہ لے چکا تھا ایک روز جامعہ میں ایک اصلاحی پروگرام منعقد ہُوا۔

ایک اُستاد صاحب نے نماز کے بارہ میں بہت ہی بلیغ اور پُرسوز بیان فرمایا نماز کے خشوع و خضوع کے بارہ میں صحابہ کرام کے واقعات کے ذریعہ ترغیب دلائی کہ ہمیں بھی اچھی سے اچھی نماز پڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے، بیان سُننے کے بعد ایک فکر سی لاحق ہو گئی کہ نماز میں یہ کیفیات بھلا کیسے حاصل کی جا سکتی ہیں۔ اپنی سی کوشش کا بس اتنا سا خاکہ یاد ہے کہ کبھی ٹھہر ٹھہر کر قرآن پڑھتا کبھی سوچتا کہ ترجمۂ قرآن سیکھے بغیر یہ خشوع و خضوع تجھے کیونکر حاصل ہوگا۔ اسی کش مکش اور

بچپن تھا ۔ ایک دن اپنی اس اُلجھن کا تذکرہ اپنے ہم سبق حافظ سید مسعود میاں صاحب (جو کہ راقم الحروف کے بچپن سے اب تک ساتھی ہیں اور اب جامعہ مدنیہ کے شعبہ کتب میں اُستاذ ہیں) سے کیا اور اپنی سوچ و فکر کے اُلجھے ہوئے اس تالے کے سلجھانے کی درخواست کی۔ حافظ صاحب موصوف نے بڑی بے تکلفی سے کہا کہ تجھے اس کا حل میں کیا بتاؤں گا۔ سامنے مسجد کے صحن میں جو اُستاذ جی ہیں اُن سے پُوچھ لیتے ہیں۔ راقم نے مسجد کے صحن میں نظر دوڑائی تو دیکھا کہ سفید کپڑوں میں ملبوس دراز قد گندمی مائل بہ سرخی رنگ قدرے گھنی ڈاڑھی بڑھاپے میں بھی چہرے سے جوانی کا سا رعب عیاں سر پر سادھی سی ٹوپی صحت مند آدمی کی مانند صحنِ مسجد میں چہل قدمی کرتے ہوئے دائیں بائیں کی بیش و کم سے آزاد اپنے خیالات میں مگن جیسے زیرِ لب اُستاذ جی کچھ پڑھ رہے ہوں ہم ڈرتے ڈرتے اُستاذ جی کی خدمت میں آپہنچے سلام اور کچھ کلام کے بعد ہانپتے کانپتے ہم نے اپنے آنے کا مقصد بتلایا اور مولانا سے اپنی مشکل کا حل چاہا مولانا اپنی تمام خُوبیوں کے ساتھ ساتھ مجذوبوں کا سا رنگ لیے ہوئے تھے اور بعض اوقات خواہی نہ خواہی اس رنگ کی جھلک آپ کی باتوں اور عادتوں میں بھی دیکھی جاتی تھی۔ آپ نے ساری بات سن کر خاموشی اختیار کی شاید مولانا ہماری گھبراہٹ کو محسوس فرما گئے تھے۔ آپ نے اس گھبراہٹ کو دُور کرنے کی غرض سے بڑا عجیب جواب دیا کچھ دیر توقف کر کے فرمایا " مولوی صاحب نماز میں دل نہیں لگتا تو کوڑے کھاؤ" یہ کہہ آپ اتنی زور سے ہنسے کہ ہم مولانا سے اپنی پہلی ملاقات کا رعب بھی بُھول گئے اور مولانا کی ہنسی کا جواب دیے بغیر نہ رہ سکے ، یہ تھے حضرت مولانا امیر زاہد ـــــــ المعروف بہ میرزا گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ، آپ صُوبہ سرحد کے ضلع بُنیر پر شالائی بمقام زنگیا (علاقہ غیر) میں ۱۹۲۰ء میں پیدا ہُوئے۔ کائناتِ ہست و بود میں آپ نے جب آنکھیں کھولیں تو اس سے چند سال قبل جنگِ عظیم ممالکِ عربیہ خصوصاً ترکی پر اپنے شعلے برسا کر اپنے عزائم فاسد کی تکمیل کر چکی تھی، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس سے بہت پہلے جدوجہدِ آزادی کے لیے اپنی نوجوانی ہی میں "ثمرۃ التربیت" "جمعیت الانصار" اور "نظارۃ المعارف القرآنیہ" کے مختلف ناموں سے ملک وملّت کی سیاست کی قابل زمین کی آبیاری شروع فرما چکے تھے۔ ۱۹۲۰ء میں تحریکِ ترکِ موالات کا فیصلہ ہوچکا تھا اور اب تو خُوب زور

پکڑ رہی تھی اسارتِ مالٹا سے رہائی پانے کے بعد شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب رحمہ اللہ واشگاف الفاظ میں فرما چکے تھے کہ علماء ہند کی ایک کثیر جماعت یہ فیصلہ کر چکی ہے کہ چونکہ ہندوستان کے مسلمانوں کے پاس مدافعتِ اعداء کے مادی اسباب نہیں ہیں۔ . . . اس لیے مادی جنگ کرنے سے قاصر ہیں، لیکن انھیں یقین رکھنا چاہیے کہ جب تک برطانیہ کے وزراء وارباب اقتدار اسلامی مطالبات تسلیم نہ کریں اس وقت تک تمام مسلمانوں کی اُن کے ساتھ معاشرتی اور اخلاقی جنگ کی حالت ہے یعنی مسلمانوں پر حرام ہے کہ وہ اسلام کے دُشمنوں کے ساتھ ایسے تعلقات قائم رکھیں جن سے اُن کی مخالفانہ اور معاندانہ طاقت کو مدد پہنچے . . . مُسلمانوں کا اوّلین فرض ہے کہ وہ دُشمنِ اسلام کو دُشمن کے مرتبہ میں رکھیں اور ایسے تعلقات جو میل جول اور دوستی و محبّت کرنے والے ہیں ان کو ایک دم چھوڑ دیں اس اخلاقی جنگ کا نام ترکِ موالات ہے۔

مولانا مرزا گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد مولوی فضل محمود صاحب علاقہ میں بڑی عزّت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ آپ کا گھرانہ علم وفضل میں بہت مشہور تھا۔ مولوی فضل محمود کے ہاں نتھے مرزا گل سمیت سات بیٹے پیدا ہوئے آپ نے اپنی تمام اولاد کو دینی تعلیم کے زیور سے آراستہ و پیراستہ کیا، چنانچہ مولانا مرزا گل صاحب کے بھائیوں میں میاں سید نے حفظِ قرآن مکمّل کیا اور اس کے بعد جوانی ہی میں دار البقاء کو سدھار گئے۔ سیّد جبّار پیر جلال عبد الشریف حافظ و قاری ہوئے اور غلام رحیم وہاڑی روڈ ملتان میں امام و خطیب ہیں مولانا مرزا گل صاحب کے آباؤ اجداد میں سے حافظ بابا نے بڑی شہرت پائی۔ آپ حافظ نہ تھے، مگر ایک مرتبہ بلاوجہ کی لڑائی میں آپ کو جیل جانا پڑا آپ نے جیل میں قرآنِ پاک حفظ کیا اور حافظ بابا کے نام سے مشہور ہوئے

مولانا مرزا گل صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی اور مختلف اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرتے ہوئے علم نحو کی مشہور کتاب شرح جامی تک پہنچ گئے اس کے بعد علمِ دین کی پیاس نے آپ کو دوسرے مقامات کے سفر پر مجبور کر دیا۔

اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے محض اللہ کی رضا کے لیے اپنے گھر بار اور عیش و آرام

کو چھوڑ کر دُور بلکہ بہت دُور چلے جانا اِس وقت تو مشکل ہے ہی اُس وقت تو بہت ہی مشکل تھا۔ مولانائے مرحوم نے رختِ سفر باندھا اور تلاشِ علم میں ہندوستان پہنچ گئے۔ آخری درجات اور دورۂ حدیث کی تعلیم دہلی کے مشہور و معروف مدرسہ امینیہ میں حاصل کی اور وہیں تدریس کے لیے آپ کو موقع ملا۔ مدرسہ امینیہ وُہی مدرسہ ہے جس کی تدریس کی مسندِ صدارت کو شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردِ رشید بطلِ حریت مفتیٔ اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ نے رونق بخشی تھی۔

مؤرخ اسلام مجاہد فی سبیل اللہ حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمہ اللہ بھی تا حیات اسی ادارہ سے وابستہ رہے اور علوم و معارفِ حدیث سے سینکڑوں تشنگانِ علومِ دین کو سیراب کیا۔

مولانا مرزا گل صاحب رحمہ اللہ نے ۱۹۴۶ء سے ۱۹۴۸ء تک میرٹھ کے مدرسہ میں تدریس کے فرائض انجام دیے اس کے بعد آپ ۱۹۴۹ء سے ۱۹۵۲ء تک مدرسہ امداد الاسلام سے وابستہ رہے۔ اس کے بعد پیر جھنڈا سندھ میں ایک سال تدریسی خدمات انجام دیں اسی دوران آپ نے منشی فاضل کا امتحان پاس کیا کچھ مجبوریوں کی بناء پر آپ کو اپنے گاؤں واپس جانا پڑا، یہاں آپ کو گورنمنٹ ہائی سکول (گاگرہ) سے تدریس کی پیش کش ہوئی جو آپ نے چند اعزہ و اقرباء کے شدید اصرار پر قبول کر لی۔

آپ فرمایا کرتے تھے پڑھاتے وقت میں طلبہ کو یہ نصیحت بار بار کیا کرتا تھا کہ جو سبق استاذ سے سمجھ آسکتا ہے وہ کسی اور سے اسی طرح سمجھنا دُشوار ہوتا ہے اس لیے جب استاذ پڑھا رہا ہو تو کامل توجہ کرنی چاہیے اور اِدھر اُدھر نہیں دیکھنا چاہیے۔

مولانا فرماتے ہیں ایک دن جب میں سکول میں پڑھا رہا تھا تو میں طلبہ کو سمجھانے میں اور طلبہ میری بات سمجھنے میں ایسے منہمک تھے کہ دائیں بائیں کی خبر نہ تھی اتفاق سے سکول میں والیٔ سوات آگیا ہم درس و تدریس ہی میں مشغول رہے۔ والیٔ سوات نے اس عدمِ توجہ کو اپنے مقام و مرتبہ کے خلاف سمجھا اور غصّہ میں واپس چلا گیا اور مولانا کو جواب دہی کے لیے طلب کر لیا مولانا نے صاف صاف جواب دیا کہ میں اپنی ذمّہ داری نبھا رہا تھا۔ اس پر تو اربابِ بست و کشاد

کو خوشی کا اظہار کرنا چاہیے۔ خفا تو نہ ہونا چاہیے۔ خیر اتنی بات پر آپ کے معطل کیے جانے کے احکامات جاری کر دیے گئے، چند دن بعد آپ کو اسی ملازمت پر بحال کر دیا گیا مگر دوبارہ آپ اس جگہ تشریف نہ لے گئے۔

اس سکول کے ایک دوسرے استاذ احسان اللہ خان کہتے ہیں جس وقت آپ کو ملازمت سے جواب دیا تھا تو محسوس ہوتا تھا کہ جیسے آپ جواب دینے پر بہت خوش ہوں اور جیسے آپ نے کئی سال قبل سکول کی ملازمت قبول کر کے غلطی کی تھی اس کے بعد حضرت مولانا مرزا گل صاحب لاہور تشریف لے آئے اور کچھ مدت جامعہ نعیمیہ میں تدریس کی اور اس کے بعد مولانا غلام اللہ خان صاحب مرحوم کے مدرسہ میں تدریس کے لیے بلالیے گئے، یہاں شاید آپ کو پانی راس نہیں آیا یا کوئی اور وجہ ہوئی کہ چند ماہ بعد آپ کو وہاں سے واپس آنا پڑا۔ مولانا غلام اللہ خان صاحب آپ کے آنے کے بعد جب لاہور آئے تو آپ سے دوبارہ چلنے کو کہا آپ نے معذرت کر لی۔

اس کے بعد جب مولانا مرزا گل صاحب رحمہ اللہ اپنے گاؤں چلے گئے تھے تو مولانا غلام اللہ خان صاحب مرحوم نے اپنے ادارہ کے ناظم صاحب کو مولانا کی خدمت میں بھیجا اور بجائے اڑھائی سو روپے مشاہرہ کے پانچسو روپے وظیفہ کی پیش کش کی مگر آپ اپنی مجبوریوں کے پیشِ نظر دوبارہ نہ گئے۔

مولانا نے فنون پر خاصی محنت کی تھی یہی وجہ ہے کہ بڑھاپے میں بھی بہت سی عبارتیں آپ کے نوکِ زبان تھیں آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ مولوی صاحب زمانہ طالب علمی میں جو بات استاذ سے سمجھی اس کو ہم نے بھلایا نہیں یاد ہی رکھا اور یہ بات میں فخراً نہیں شکراً کہتا ہوں، مگر اب بڑھاپے نے بہت کچھ بھلا دیا ہے

فن نحو کی مشہور کتاب "کافیہ" آپ کو زبانی یاد تھی کوئی سنانے کو کہتا تو فوراً سنانا شروع کر دیتے

مولانا مرحوم طلبہ پر بہت زیادہ شفیق تھے اگر کوئی طالب علم کوئی بھی کتاب مولانا کے پاس لے جاتا خواہ وہ کتاب آپ کے زیرِ درس ہوتی یا کسی اور کے ذمہ ہوتی آپ بے تکلف

سمجھانے بیٹھ جاتے حتیٰ کہ بعض اوقات ظہر بعد تکرار کے دوران کسی طالب علم کو کوئی مشکل مقام سمجھ میں نہ آتا تو کتاب لے کر مولانا کے پاس چلا جاتا اور بعض اوقات کافی دیر آپ کے آرام میں خلل پڑ جاتا، مگر آپ خوشی کا اظہار فرماتے ناگواری ظاہر نہ فرماتے۔ خود راقم الحروف بھی کئی مرتبہ اپنے شرکاء درس (مولانا سید مسعود میاں صاحب اور مولانا ظفیر صاحب) کے ہمراہ مولانا مرحوم کے پاس "شرح جامی" کے کئی مشکل مقامات سمجھنے کے لیے گیا۔ اللہ تعالیٰ مولانا کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے کہ آپ نے بڑی ہی خندہ پیشانی اور شفقت کا معاملہ فرمایا طلبہ پر اس درجہ کی شفقت اور رأفت کے باوجود امتحانات کے دنوں میں آپ عام وخاص قوانینِ امتحانات و نظم وضبط کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ چنانچہ مولانا عبد المجید صاحب (فاضل جامعہ مدنیہ مقیم رائے ونڈ مرکز) کی روایت ہے کہ امتحانوں کی رات ایک مرتبہ بخاری شریف لے کر ہم کئی طالب علم مولانا کی خدمت میں چلے گئے۔ بخاری شریف کھول کر ہم نے مولانا سے سمجھانے کی درخواست کی آپ نے اس مقام کا سابقہ لاحقہ سمجھا دیا اور اس کے بعد خلاف توقع ہمیں جلدی فارغ کر کے یہ کہتے ہوئے کتاب بند کر دی کہ باقی پھر کبھی سمجھائیں گے۔ ہم مولانا کے پاس سے اُٹھ کر آ تو گئے مگر سوچتے ہی رہے کہ آج مولانا نے خلافِ توقع ہمیں جلدی کیوں فارغ کردیا۔ صبح جب بخاری شریف کا پرچہ حل کرنے کے لیے کمرۂ امتحان میں پہنچے تو ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ اس لیے کہ وُہی مقام جس کے سمجھنے کو رات مولانا مرزا گل صاحب کے پاس حاضری دی تھی۔ تقریباً آدھے پرچہ کا حل اسی مقام سے متعلق تھا۔ خیر خوب مزہ سے پرچہ حل کیا اور مولانا کے رات والے رویّے کو یاد کر کے مولانا کی شفقت کے ساتھ ساتھ دیانت کی بھی خوب خُوب دھاک ہمارے دلوں پہ بیٹھ گئی۔

درس وتدریس میں آپ کی خصوصی توجہ علمِ حدیث اور فقہِ حنفی کی طرف تھی۔ حدیث شریف میں آپ کی تدریس کا محور ومرکز مسلم و ترمذی شریف تھیں جبکہ فقہ میں آپ کا خصوصی شغف ہدایہ اخیرین کے ساتھ تھا۔ حدیث وفقہ کے ساتھ اس خصوصی تعلّق کی بناء پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آپ کو دیگر علوم وفنون کے ساتھ ربط ہی نہ ہو بلکہ دیگر فنون کو تو آپ ازراہِ تفنّن مرچ مصالحہ سے تعبیر فرمایا کرتے تھے کہ فنون کی تدریس کے بغیر تدریس کا مزہ پھیکا پھیکا سا لگتا

ہے۔ ایک مرتبہ جب تقسیم اسباق کا نقشہ آویزاں کیا گیا تو اپنے نام پر لکھی گئی کتابیں دیکھنے کے بعد فنون کی کتابیں تلاش کرنے لگے کہ کن کن اساتذۂ کرام کے پاس ہیں اپنی ایک کتاب کے بارہ میں فرمایا کہ یہ کتاب تو گزشتہ سال بھی پڑھائی تھی. علم تازہ کرنے کی غرض سے نئی نئی کتابیں پڑھانے کو ملیں تو اچھا ہے آپ نے "شرح اشارات" کئی مرتبہ پڑھائی اور بڑے شوق سے پڑھایا کرتے۔

اس تمام علم وفضل کے باوجود سادگی آپ کا اوڑھنا بچھونا تھی۔ سادہ کھانا اور سادہ پہننا سادہ رہنا اور بڑی سے بڑی بات بھی سادگی اور بے تکلفی کے ساتھ کہہ ڈالنا آپ کا خاص وصف تھا۔ اکثر اپنا سودا سلف خود ہی بازار سے لے آتے اور اس میں کسی قسم کی عار بھی محسوس نہ فرماتے حتّٰی کہ ایک مرتبہ تو راقم الحروف نے مولانا کو دیکھا کہ چھوٹی سی بالٹی لیے اپنی چائے کے لیے ایک پاؤ دودھ لینے جارہے ہیں۔ یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ غالبًا ایک پاؤ دودھ چار آنے کا آیا کرتا تھا۔ راستہ میں اگر کوئی طالب علم خدمت کے جذبہ کے تحت مولانا سے عرض کرتا کہ حضرت سودا میں لائے دیتا ہوں تب بھی آپ خود ہی تشریف لے جاتے اور یہ کہہ دیتے کہ مولوی صاحب میری مرضی کا سودا نہ لاؤ گے تو پھر مجھے خود ہی جانا پڑے گا۔

مولانا مرزا گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جامعہ مدنیہ کی طرف سے جو رہائشی مکان ملا ہوا تھا، وقت کے ساتھ ساتھ بارشوں کے سبب اس کی حالت کافی خستہ ہوچکی تھی۔ مولانا حافظ سلطان صاحب نابینا (جنھوں نے کئی سال جامعہ مدنیہ میں تعلیم حاصل کی اور پھر بعد میں کچھ عرصہ جامعہ میں مدرس بھی رہے) اُن کی روایت ہے کہ مولانا مرزا گل صاحب کی رہائش گاہ کی خستہ حالت کے بارے میں سُن کر میں نے ہمّت کر کے مولانا سے کہا کہ حضرت مہتمم صاحب (یعنی حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب قدس سرہ العزیز بانی جامعہ مدنیہ لاہور) سے درخواست کر کے جناب کے اس مکان کی مرمّت اگر کرا دی جائے تو بڑا مناسب ہو اس پر مولانا مرزا گل صاحب نے فرمایا مولوی صاحب ہمارے روحانی اور نسلی آباؤ اجداد نے اسی طرح کے مکانات میں رہ کر زندگی گزار دی تھی، ہمیں بھی اسی طرح زندگی گزارنے دو بہت اصرار کیا مگر آپ تیار نہ ہوئے۔

ایک مرتبہ سالانہ تعطیلات کے موقع پر جبکہ مولانا کے بیٹے حافظ بلیغ الرحمٰن سلمہ گھر جا رہے تھے اور اسٹیشن پہنچ چکے تھے وہ کوئی ضروری چیز جو ساتھ لے جانی تھی جامعہ والی رہائش گاہ پر بھول گئے تھے۔ وہ لینے کے لیے جامعہ واپس آتے تو خادم (چوکیدار) نے حافظ بلیغ الرحمٰن سلمہ کو حضرت مہتمم صاحب قدس سرہ العزیز کا پیغام دیا کہ مولانا مرزا گل صاحب تو مکان کی مرمّت کروانے پر آمادہ نہیں ہیں تم گھر کی چابی دے جاؤ، تعطیلات میں مولانا کی عدم موجودگی میں یہ کام کرادیں گے، چنانچہ حافظ بلیغ الرحمٰن سلمہ مکان کی چابی دے گئے اور مرمّت کا کام شروع کرا دیا گیا۔ ادھر حافظ بلیغ الرحمٰن سلمہ جب گھر پر مولانا مرزا گل صاحب سے ملے تو اُنھوں نے حال احوال کے بعد چابی دینے کو کہا تو بتایا کہ چابی تو مکان کی مرمّت کی غرض سے چوکیدار کے حوالہ کر آیا ہوں تو مولانا مرزا گل صاحب نے حافظ بلیغ الرحمٰن سلمہ کو خوب ڈانٹا اور صرف اسی پر بس نہ کیا بلکہ گاؤں سے حضرت مہتمم صاحب (مولانا سیّد حامد میاں صاحب قدس سرہ العزیز) کو خط لکھا کہ حضرت میری رہائش گاہ کو ایسے ہی رہنے دیا جائے۔

اعلانِ داخلہ

المعراج الیکٹرو ہومیوپیتھی میڈیکل کالج پراسپکٹس فری جوابی لفافہ بھیج کر منگوالیں۔ کورس ڈی۔ ای ایچ ایم ، بی۔ ای۔ ایچ۔ ایم ، ڈی۔ ڈی۔ ایس۔ سی۔ ڈاک کورس، طلبہ و طالبات داخلہ لے سکتے ہیں۔ دو طریقے اپنائے ہیں : (۱) ریگولر کلاسز (۲) بذریعہ خط و کتابت۔ تعلیم بذریعہ ڈاک۔

پتہ : ڈاکٹر خالد سید مین بازار مالی پورہ لاہور

نوٹ : وفاق المدارس کے فارغ التحصیل علماء بھی داخلہ لے سکتے ہیں۔

وَفَیَاتْ

گزشتہ ماہ مبلغِ ختمِ نبوت جناب سید ممتاز الحسن گیلانی صاحب کے جواں سال صاحبزادے سید محمد اجمل شاہ گیلانی ٹریکٹر کے نیچے آکر انتقال کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن، یہ بالکل اچانک حادثہ مرحوم کے اہلِ خانہ کے لیے المناک صدمہ کا باعث ہے ، اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان بالخصوص مرحوم کی والدہ کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

○

۳۰ اگست کو جامعہ کے شعبۂ تجوید کے مدرس جناب قاری ادریس صاحب زید مجدہٗ کے پھوپھی زاد بھائی قاری عبدالعزیز صاحب کا انتقال ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ مرحوم تبلیغی مرکز رائے ونڈ میں تقریباً اٹھارہ سال سے درجۂ حفظ میں خدمات انجام دے رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور اُن کے لواحقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

○

مؤرخہ ۱۶ ستمبر کو جامعہ کے مخلص پڑوسی جناب ارسل امین اور ذیشان کے والد محترم محمد امین صاحب دو ماہ علیل رہ کر وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن مرحوم نہایت نیک، دیندار، خاموش طبع اور بے ضرر انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور اُن کے لواحقین کو اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، قارئین انوارِ مدینہ سے بھی جملہ مرحومین کی مغفرت کے لیے دُعا کی اپیل ہے۔

(ادارہ)

○

ابنِ خلدونؒ اور اُس کا نظریۂ تاریخ

پروفیسر خالد بزمی صاحب

نام و نسب ابن خَلدُونؒ کا نام ابو زید ولی الدین عبدالرحمٰن ہے اور مختلف سلسلوں سے ہوتا ہُوا خَلدُونؒ تک پہنچتا ہے لیکن وہ عام طور پہ ابن خلدون کے مختصر نام سے زیادہ مشہور ہے۔ اس کی پیدائش ۷۳۲ھ میں تونس کے مقام پر ہوئی۔ خلدون، دراصل خالد کی تحریف شُدہ صُورت ہے جو اس خاندان کا پہلا فرد تھا۔ وہ سرزمین عرب کو چھوڑ کر ہسپانیہ میں آیا اور مستقل طور پر یہیں مقیم ہوگیا۔ اس کا سلسلہ نسب وائل بن حُجرؓ تک معلوم ہو سکا ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جو خاندان اُندلس میں آباد ہوگئے تھے ان کی عادت تھی کہ وہ یہاں کے اصلی خاندانوں سے امتیاز پیدا کرنے کے لیے اپنے نام کے ساتھ واؤ اور نون کا لاحقہ بڑھا دیتے تھے، جیسے بدرون، عبدون، حفصون اور حمدون دراصل بدر، عبد، حفص اور حامد ہیں۔ اس طرح خلدون کی پہلی صورت خالد تھی، لیکن یہ توجیہہ سراسر قیاس پر مبنی ہے۔

ایسے لوگوں کی رائے کے برعکس مشہور مؤرخ ڈوزی نے اس کی توجیہہ یہ بیان کی ہے کہ واؤ اور نون کا یہ اضافہ ہسپانوی زبان میں تکبیر کی غرض سے ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے خلدون سے مُراد خالدِ اکبر ہے۔ اور بدرون، عبدون، حفصون اور حمدون بالترتیب بدرِ عظم، عبدِ اعظم، حفصِ اعظم اور حامدِ اعظم ہیں۔ اس توجیہہ کو تسلیم کر لینے میں بظاہر کچھ مضائقہ معلوم نہیں ہوتا کیونکہ ڈوزی، ہسپانوی زبان کے پُورے پُورے ادا شناس ہیں۔

ابنِ خلدون نے اپنی کتاب "رحلۃ ابن خلدون فی المغرب والمشرق" میں اپنے حالات بیان کیے ہیں۔ اس کے علاوہ مقریزی، عرب شاہ، ابن قاضی شہبہ اور شمیڈٹ وغیرہ نے اس کے حالات پر تحقیق کی ہے۔

ابن خلدون کے اپنے بیان کے مطابق اُس نے پہلے قرآن حکیم حفظ کیا اور اُسے ساتوں قرأتوں کے ساتھ پڑھنا سیکھا۔ کُتبِ احادیث میں مؤطا اور صحیح مُسلم کا پُورا مطالعہ کیا، لیکن صحیح بخاری کا تھوڑا سا حصّہ پڑھا۔ اُس کا اپنا کہنا ہے کہ کُتبِ اَدب میں سے اُسے "الاغانی" کا بہت بڑا حصّہ از...

ابن خلدون ابھی سترہ برس کا تھا کہ اس کے والدین طاعون سے وفات پاگئے۔ اس لیے اس کی تعلیم کا سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔ اتفاق سے اس کے والد کے دوستوں کی کوشش سے اُسے امیر تونس ابواسحٰق الحفص کے دربار میں بادشاہ کے کاتبِ احکام کی جگہ مل گئی، لیکن تونس کی سیاسی حیثیّت کو کمزور سمجھتے ہوئے ابن خلدون موقع پاکر امیر مراکش کے دربار میں پہنچا۔ یہاں اُسے امیر اسرار یعنی پرائیویٹ سیکرٹری کے عہدے پر فائز کردیا گیا۔ یہاں ایک سازش کے سلسلے میں اسے جیل کی ہوا بھی کھانی پڑی۔ کچھ عرصہ بعد ابولنان (امیر مراکش) وفات پاگیا تو اس کے معتمد اور وزیر حسن بن عمر نے ابن خلدون کو رہا کردیا اور اس سے اعزاز و تکریم کے ساتھ پیش آیا لیکن ابن خلدون نے مشکلات میں اس کا ساتھ نہ دیا اور اس کی سیاسی زندگی مختلف سازشوں اور ریشہ دوانیوں میں گزری۔ کیونکہ اُس کی ہمّتِ مردانہ بلند اختیارات کی طالب تھی۔

کچھ عرصہ بعد وہ ہسپانیہ چلا گیا اور فارس کے علاقے میں رہائش اختیار کرلی۔ اتّفاق سے وہاں ابوعبداللہ الخامس تختِ حکومت سے محرومیت کے بعد اپنے وزیر لسان الدین الخطیب کے ساتھ پناہ گزیں تھا۔ یہاں ابن خلدون اور لسان الدین الخطیب کی دوستی کا آغاز ہوا۔ اس کے بعد ابن خلدون کی جدّوجہد سے ابوعبداللہ الخامس کو ۱۳۶۴ء میں اپنی کھوئی ہوئی حکومت پھر مل گئی۔ پھر جب ابن خلدون غرناطہ پہنچا تو بادشاہ اُس کی خدمات کے باعث اس سے بڑے پُر تپاک طور پر ملا اور یہاں ابن خلدُون اور لسان الدّین الخطیب کے تعلقات اور گہرے ہوگئے اور ابوعبداللہ نے اُسے مقربین میں شامل کرلیا۔

سازشیں اور نشیب وفراز

ابن خَلدُونؒ مُدّت تک سازشوں اور سیاسی چالوں میں مصروف رہا اور مختلف نشیب و فراز سے گزر کر کامیابیوں اور ناکامیوں سے دوچار ہوتا رہا اس راہ میں کئی مراحل ایسے بھی آئے کہ اُس کی اپنی جان خطرے میں پڑ گئی، لیکن اُس کے پائے عزم وثبات میں لغزش نہ آئی لیکن آخر کار

سیاسی انقلابات اور ردّ و بدل نے اُس کے دل پہ اثر کیا اور اُس نے سیاست سے بالکل کنارا کر لیا۔ اس کے بعد اس نے عزم صمیم کر لیا کہ وہ اپنے بیوی بچّوں میں رہ کر تعلیم و تدریس کے فرائض انجام دے گا، چنانچہ اس دوران میں اس نے اپنی شہرہ آفاق اور غیر معمولی کتاب لکھنا شروع کی جو آج "تاریخ ابن خلدون" کے نام سے مشہور ہے۔

ابن خلدون نے جب علمی مشاغل کا آغاز کیا اور مذہبی حلقوں میں اس کے تجربہ، علمیت اور قابلیت کی دھوم مچ گئی تو تونس کے مفتیٔ اعظم محمد بن عرفہ کے دل میں کدورت پیدا ہو گئی اور اس نے سلطان ابوالعباس کو ابن خلدون سے بدظن کرنے کی کوشش کی، چنانچہ ابن خلدون کو ناچار یہاں سے کھسکنا پڑا۔ اُس نے سلطان سے سفرِ حج کی اجازت لی اور مشرق کا رُخ کیا۔

اس سفر میں سب سے پہلے وہ مصر پہنچا تو جامعہ الازہر کے طلبہ اُس کی شہرت سُن کر اُس کے پاس آئے اور اصرار کیا کہ وہ اُنہیں اپنے علمی معارف سے بہرہ مند کرے۔ ابن خلدُون نے اس خدمت کو قبول کر لیا اور ایک عرصہ تک فقہ مالکی پڑھاتا رہا۔ کچھ عرصہ بعد ملک الظاہر برقوق نے اس کی علمیت کے باعث اُسے فقہ مالکی کی قضا پر مامُور کر دیا۔ ابن خلدُون نے رشوت و بدعنوانی کے خلاف سخت احکام صادر کیے جس سے اصحابِ غرض اُس کے مخالف ہو گئے اور اُسے گوشہ نشینی کی سُوجھی۔

اس اثناء میں اُسے ایک عظیم صدمے کی خبر ملی کہ اس کے بیوی بچّے جو تیونس سے اُس کے پاس آ رہے تھے، سمندر کی موجوں کی نذر ہو گئے۔ اس پر اس کے مُنہ سے یہ "تاریخی فقرہ" نکلا:

فَقَدْتُ بِذَالِكَ الْمَالَ وَالسَّعَادَةَ وَالْبَنِيْنَ۔

اس حادثے کے بعد وہ غم دُور کرنے کے لیے حج کرنے چلا گیا۔ کچھ دیر بعد برقوق نے اُسے پھر بلا لیا اور قاضی مقرّر کر دیا۔ پھر وہ فَرج بن برقوق کے زمانے تک اس عُہدۂ جلیلہ پر فائز رہا۔

اس دوران میں امیر تیمور اپنی ہلاکت آفرینیوں کے ساتھ دمشق تک آ پہنچا۔ یہاں ابن خلدُون نے کسی حیلے سے اُس سے ملاقات کی۔ تیمور اُس کی شخصیّت اور علمیت سے بہت خوش اور متأثّر ہُوا اور اُس نے یہ خواہش ظاہر کی کہ ابن خلدون "تاریخ افریقہ" پر ایک کتاب تیار کر دے۔ اُس نے ایک مہینہ اس کے یہاں مہمان رہ کر یہ کتاب تیّار کر دی اور بہت

انعام واکرام پایا۔ کچھ عرصہ بعد ابنِ خلدون پھر قاہرہ واپس آیا اور ۸۰۸ھ میں وہ اپنے خالقِ حقیقی سے جاملا۔

مقدّمہ و تاریخ کے علاوہ اُس کی دیگر تصنیفات بھی ملتی ہیں۔ لسان الدین الخطیب نے اپنی کتاب "الاحاطہ فی تاریخ غرناطہ" میں ابن خلدون کی حسب ذیل تصنیفات کا بھی ذکر کیا ہے۔

۱۔ شرح قصیدۂ بردہ۔ ۲۔ المحصّل کی تلخیص۔ ۳۔ ابن الخطیب کے ایک ارجوزہ کی شرح۔
۴۔ ابن رشد کے بعض رسائل کی تلخیص۔ ۵۔ رسالہ المنطق۔ ۶۔ کتابچہ الریاضی

اس کے علاوہ شعر و سخن کا ذخیرہ بھی اس سے منقول ہے۔ ابن خلدُون ان خوش نصیبوں میں شمار ہوتا ہے جو مشرق و مغرب میں ہر جگہ مشہور و مقبول ہیں۔

ابن خلدُون بے حد رجائیت پسند اور مستقل مزاج شخص تھا۔ اس میں سخت سے سخت مصائب کے مقابلہ کرنے کا حوصلہ موجود تھا، لیکن اس کے ساتھ وہ مصلحت بیں اور موقعہ شناس بھی بہت تھا۔

فلسفۂ تاریخ

ابن خلدُون کا فلسفۂ تاریخ اپنے زمانے تک سب سے منفرد تھا۔ کیونکہ اُس سے پہلے فن تاریخ اپنے طریقِ کہن پر گامزن تھا اور ایک مؤرّخ گزشتہ حالات کو مِن وَعَن دُہرا دینا اپنا فرض سمجھتا تھا اور قوموں اور بادشاہوں کی داستانِ حیات کو ہُوبہُو بیان کردیتا تھا۔ ظاہر ہے کہ اگر آج کوئی شخص یہی فرض سرانجام دے تو ہم اُسے مؤرّخ کی بجائے واقعہ نگار کہیں گے۔ کیونکہ موجودہ زمانے میں لفظ مؤرّخ کا مفہوم بدل چکا ہے۔ قدیم مؤرخین کی رائے کے برعکس ابن خلدون ایک مختلف تصوّر کا بانی ہے اُس کا خیال ہے کہ مؤرّخ واقعات وحالات کے ربط و تعلیل کے قدرتی سلسلے کو دریافت کرے اور ان احوال و مقامات کی نشان دہی کرے جو اقوام کے عروج و ادبار کا باعث ہو سکتے ہیں اس تصوّر کے مطابق مؤرّخ صاحب فن ہونے کے علاوہ نوعِ انسانی کا بہت بڑا محسن بھی ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ ان اقدار کو معلوم کرتا ہے جن سے تہذیب و تمدّن کی گاڑی چلتی ہے اور ان کوتاہیوں اور گمراہیوں سے باخبر کرتا ہے جو تقدم و ارتقار کی راہ میں رکاوٹ ثابت ہوتی ہیں۔

اس مقام پر اس امر کا ذکر نامناسب نہ ہوگا کہ ابن خلدون بعض دیگر مؤرخین مثلاً طبری مسعودی ابن اثیر وغیرہ سے کچھ بلند نظر نہیں آتا۔ تاہم اُس میں کچھ ایسی خصوصیات ضرور

پہلو اُسے دیگر مورّخین سے جُدا کرتی ہیں اور اُس کے امتیاز و تخصیص کا باعث ہیں۔ ابن خلدون کی بعض اور خصوصیات کے علاوہ سب سے بڑی خصوصیت اس کی کشادہ دلی اور بے تعصبی ہے اور اس کا تعلّق اس سے مخصوص اسلوبِ فکر سے ہے۔ جو صرف اسلامی تعلیمات سے پیدا ہوتا ہے اور اُبھرتا ہے۔ چنانچہ اُس نے جہاں ہسپانیہ کے عیسائیوں کے حالات بیان کیے ہیں وہاں اپنی مورّخانہ روش کو تنگ نظری سے ملوّث نہیں ہونے دیا۔ اگر ہم غور سے کام لیں تو یہ بہت بڑی بات ہے اور وسعتِ قلب کا بہت بڑا ثبوت ہے۔

ڈوزی نے ایک جگہ ابن خلدون کے تاریخی کردار کی اس بلندی کی طرف واضح اشارہ کیا ہے اور کہا ہے کہ قرونِ وسطیٰ کے عیسائی مورّخین اس قابل نہیں ہیں کہ کشادہ دلی اور بے تعصّبی کے اعتبار سے ان کو ابن خلدون کے مقابلے میں پیش کیا جا سکے۔

اس کے علاوہ اس کی ایک بڑی خصوصیّت اس کی معلومات کی ہمہ گیری ہے۔ وہ مشرق و مغرب کا آشنا ہے اور بیشتر ملوک و سلاطین کا شناسا ہے۔ تاریخ نگاری میں ان امتیازات و خصوصیات سے بہرہ مند ہونے کے باوجود حقیقت یہ ہے کہ اُس کی اصلی شہرت فلسفۂ تاریخ کے بانی کی حیثیت سے ہے۔ عصرِ حاضر کا عالمی مورّخ ٹائمبی "سٹڈی آف ہسٹری" میں رقمطراز ہے: "جہاں تک اس علم کا تعلق ہے عربی ادب کا نام ایک ہی شخص کے نام سے روشن ہے اور وہ ابن خلدون ہے۔ عیسائی دُنیا اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ حتّٰی کہ ارسطو، افلاطون اور آگسٹن بھی اس خصوصیت میں اُس کے ہم پایہ نہ تھے۔"

ایک سلسلہ تین کڑیاں

ابن خلدون کا نظریہ تھا کہ ماضی حال اور مستقبل ایک ہی سلسلے کی تین کڑیاں ہیں۔ اس کا خیال تھا۔ کیوں نہ حالات و واقعاتِ ماضی کی مدد سے حال کو جانچا جائے اور حال کی مدد سے مستقبل کے بارے میں پیش گوئی کی جائے ، چنانچہ اس سلسلے میں اس کا قول مشہور ہے۔ "اَلْمَاضِیْ اَشْبَہُ بِالْآتِیْ کَمَا الْمَاءُ بِالْمَاءِ" یعنی ماضی مستقبل سے اس طرح مشابہ ہے، جیسے پانی کا ایک قطرہ دوسرے قطرے سے ملتا جلتا ہے

ابن خلدون نقل و روایت پر بھروسا نہیں کرتا۔ خواہ اس کا سلسلۂ رواۃ کتنا ہی قابلِ اعتماد کیوں نہ ہو۔ بلکہ وہ اس وقت کے معاشرہ اور اس کی مقتضیات کو پیشِ نظر رکھتا ہے کہ آیا یہ روایت

ان مقتضیات کے مطابق ہے کہ اُسے تسلیم کر لیا جائے۔

ابن خلدون نے ایسی کئی مثالیں تحریر کی ہیں جن میں گزشتہ مؤرخین سے لغزش ہوئی ہے مثلاً مسعودی اور بعض دوسرے مؤرخین نے بنی اسرائیل کے لشکر کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ نے جب اُن لوگوں کو شمار کیا جو بیس بیس برس کے تھے اور جن میں جنگی صلاحیت تھی تو یہ تعداد چھ لاکھ تھی ابنِ خلدون کو اس روایت سے اتفاق نہیں، اور وہ اس پر نہایت معقول اور ٹھوس اعتراضات کرتا ہے جن میں سب سے بڑا یہ ہے کہ ملک کی اقتصادی حالت اس تعداد کا ساتھ نہیں دے سکتی کہ وہ اتنے بڑے لشکر کے بے پناہ مصارف کی کفیل ہو سکے۔ دوسرا قابلِ غور نکتہ یہ ہے کہ ایرانیوں کی طاقت بہرکیف بنی اسرائیل سے زیادہ تھی جس کا ثبوت یہ ہے کہ جب بخت نصر نے حملہ کیا اور بیت المقدس کی اینٹ سے اینٹ بجادی تو کوئی اسرائیلی فوج اس کی مزاحمت نہ کر سکی۔ دوسری روایت کے مطابق اسرائیلیات میں حضرت سلیمانؑ کے عساکر کی تعداد صرف بارہ ہزار مذکور ہے۔ حالانکہ یہ بنی اسرائیل کا وہ دَور ہے جسے اُن کا سُنہری زمانہ کہا جا سکتا ہے۔ یہاں یہ امر قابلِ غور ہے کہ زمانۂ اقبال میں فوج کی تعداد بارہ ہزار سے آگے نہ بڑھ سکی تو حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں صرف بیس بیس کے چھ لاکھ سپاہی کہاں سے آگئے؟

اِسی طرح عمالقہ (ایک قوم کا نام ہے) کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ دیوقامت تھے۔ ابن خلدون نہایت جامع و مانع اعتراضات کرتا ہے اور اس روایت کو غلط ثابت کرتا ہے۔

ظاہر ہے کہ مختلف روایات کے صدق و کذب کے بارے میں غور و فکر اور تنقید و تحقیق کی ضرورت جس شخص نے پہلے محسوس کی، وہ ابن خلدون ہے اور تحقیق و تفحّص میں اس کا تصوّر نہایت حقیقت پسندانہ ہے۔ تاریخ میں تحریف کے بارے میں ابن خلدون کے نزدیک جو اسباب کارفرما ہیں، ان میں پہلا یعنی نقل و روایت پر بلا تنقید و تحقیق اعتماد اُوپر گزر چکا ہے۔

دوسرا بڑا سبب اس کے نزدیک یہ ہے کہ بعض مؤرخین میں فطری مقتضیات کی بنا پر خوشامد کا مادّہ ہوتا ہے۔ مثلاً اگر ایک مؤرخ بنو امیّہ کا حامی ہے تو اس سے بہت کم اُمید کی جا سکتی ہے کہ وہ ان واقعات کو دیانتداری سے مِنْ وَعَنْ بیان کر دے گا جن سے اُن کے ممدوحین پر حرف آتا ہے اس کے برعکس جو مؤرخ بنو عبّاس کا طرفدار ہے بنوامیّہ کے محاسن و اوصاف کو اُجاگر

نہیں کر سکے گا۔ حالانکہ ایک مؤرّخ کے لیے غیر جانبدار ہونا ازحد ضروری ہے۔

تیسرا بڑا سبب تطبیقِ احوال سے ناواقفیت ہے کہ صرف نقل و روایت پر اعتماد کر لیا جائے اور یہ نہ دیکھا جائے کہ دوسرے قرائن اور امکانات کیا کہتے ہیں۔ آیا وہ واقعات کی تائید کرتے ہیں یا نہیں۔

ابن خلدُون کا قول ہے کہ دُنیا کے حالات و واقعات محض اتّفاق کا نتیجہ نہیں ہوتے بلکہ کائنات کا ہر واقعہ اور ہر حادثہ ایک باقاعدہ نظام اور ضابطۂ قوانین کے ماتحت ہوتا ہے۔ قومیں اُبھرتی ہیں پھیلتی ہیں اور دُنیا پر چھا جاتی ہیں۔ پھر اُن کے زوال کا آغاز ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ کوئی اور قوم اُن کے تختہ۔ اقتدار کو اُلٹ دیتی ہے اور اس طرح ہر واقعہ گزشتہ واقعات کا نتیجہ اور آئندہ واقعات کا سبب بنتا ہے۔

ابنِ خلدُون نسلاً عرب تھا اور سکُونت کے اعتبار سے افریقی تھا، چنانچہ اُس کے نظریات اُس کے ماحول کے عکّاس ہیں۔ عرب میں کہیں بے آب و گیاہ ریگستان ہیں تو کہیں صاف چشمے اور سرسبز نخلستان ہیں۔ عرب کے باشندے قدرتی طور پر دو طبقوں میں منقسم ہیں۔ ایک طبقہ بدوی کہلاتا ہے اور دوسرے کو حضری کہتے ہیں۔

یہی حال افریقہ کا ہے۔ افریقہ کے صحرائی اور کوہستانی باشندے عرب کے بدوؤں سے زیادہ مختلف نہیں اور افریقہ کی شہری تہذیب بھی ابن خلدُون کے زمانے میں مماثل تھی۔ اِس ماحول کے پیشِ نظر اس نے تمام دُنیا کو دو طبقوں میں تقسیم کیا ہے۔ ۱۔ بدوی۔ ۲۔ حضری۔

زمانے کا چکر

ابن خلدُون کے نزدیک ہر قوم میں ابتداءً خانہ بدوش لوگوں کا عنصر غالب ہوتا ہے وہ اس طبقے کی بہت تعریف کرتا ہے اور اُن کی شجاعت، سخاوت اور سادگی کی خُوب داد دیتا ہے۔ پھر یہ لوگ شہر بنا کر ان میں جا آباد ہوتے ہیں۔ یہاں اُن کی ایک طرح کی ریاست وجود میں آجاتی ہے۔ پھر یہ لوگ دوسری قوموں پہ حملہ آور ہوتے ہیں۔ پھر افراطِ زر سے سُستی اور کاہلی کی بُرائیاں اُن میں آجاتی ہیں اور اُن کے حقیقی اقتدار کا نشہ تین نسلوں یا ۱۲۰ برس سے زیادہ نہیں رہ سکتا۔

اِس کے بعد اِسی طرح کوئی اور قوم جس میں بدوی کردار ہو اُن کو مغلوب کر کے اُن سے

تاج و تخت پر قابض ہو جاتی ہے اور بالآخر قانون ارتقار کے ماتحت طبعی طور پر وہ نئی قوم بھی کسی اور قوم کے آگے سپر ڈال دیتی ہے اور زمانے کا چکّر اسی طرح چلتا رہتا ہے۔

ابن خلدون اطوار و اخلاق کے اعتبار سے بادیہ نشینوں کو شہریوں سے برتر و بالاتر قرار دیتا ہے وہ شہروں کو مخارب اخلاق خیال کرتا ہے۔ گو دَورِ جدید کے مؤرّخ کو اس نظریئے سے اتّفاق نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہمارے یہاں شہروں میں تہذیب پروان چڑھتی ہے، تمدّن جوان ہوتا ہے اور علم کی روشنی پھیلتی ہے، لیکن تاہم ابنِ خلدون کا اُصول غلط نہیں ہے، اس کے سامنے ان تمام اسلامی ممالک کے نمونے تھے جو بنے اور بن کر بگڑ گئے اور اُن کے بگڑنے میں بجا طور پر شہری عیش و عشرت کو بنیادی اہمیّت حاصل تھی۔

کیا امین الرشید کے المناک انجام کا سبب یہ نہیں تھا کہ جب قاصد نے اُسے طاہر کے عساکر کی پیش قدمی کی اطّلاع دی تو اس نے قاصد کو اس بنار پر جھڑک دیا کہ وہ اس کے شغل میں خلل انداز ہُوا تھا؟

ابنِ خلدُون کے نظریے کی حمایت میں اِس قِسم کی بیسیوں امثال مل سکتی ہیں۔

ابنِ خلدون کے نزدیک اقوام کی جدّ و جہد کے دو بڑے محرکات ہیں۔ پہلا حُبِّ وطن اور دوسرا مذہب ہے۔ ابنِ خلدون کی رائے کے مطابق حُبِّ ملک و ملّت کا جذبہ بھی بادیہ نشینوں میں زیادہ ہوتا ہے۔ کیونکہ صحرائی زندگی کے خطرات ایک دوسرے پر اعتماد اور قبیلہ یا معاشرہ کے ساتھ تعاون کے جذبات پیدا کر دیتے ہیں۔

اور یہ جذبہ تعمیر اقوام کے سلسلے میں بُنیادی اہمیّت کا حامل ہے۔ اس کے نزدیک دوسری عظیم قوّت جو قوموں کو جدوجہد پر آمادہ کرتی ہے۔ وہ مذہب ہے اور اس کی قُوّت کے بغیر کوئی شاندار کارنامہ انجام نہیں دیا جا سکتا۔

ڈاکٹر نکلسن نے تاریخ ادب عربی میں لکھا ہے۔ ابنِ خلدون نے مذہب پر اتنا زور نہیں دیا جتنی اس بارے میں ایک مُسلمان سے توقع ہو سکتی ہے تاہم ابن خلدون کا وہ فقرہ جو اُوپر نقل کیا گیا ہے کم زور دار نہیں۔

ابنِ خلدون کے اس نظریے کو تاریخ عالم پر منطبق کر کے دیکھا جائے تو ہمیں اعتراف کرنا

پڑے گا کہ اس کا یہ نظریہ آج بھی ویسا ہی صحیح ہے جیسا آج سے چھ صدیاں پیشتر تھا۔ مذہب اور حُبِّ وطن کے جذبات انسان کے اندر جو برقی رَو پیدا کر سکتے ہیں، اس کا ثبوت تاریخ کے ہر دَور میں مل جاتا ہے۔

مقدمۂ ابنِ خَلدُون

ابن خَلدُون نے تاریخ کے بارے میں اپنے یہ نظریات اپنی تاریخ کے مقدمے میں بیان کیے ہیں، جو مقدمۂ ابن خلدُون کے نام سے عام طور پر علیحدہ جلد میں بھی مل جاتا ہے۔ اپنی جدّت اور نُدرت کے اعتبار سے ابن خلدُون کے اس مقدمہ کو عالمگیر شہرت اور بے مثال مقبولیت حاصل ہُوئی اور تھوڑے ہی عرصے میں ابنِ خلدون اور اس کے مقدمے کا نام آفاق گیر ہوگیا۔ مغرب میں اُسے خاص طور پر قبول عام کی سند حاصل ہوئی۔ چنانچہ مقدمے کے کئی تراجم پیش کیے گئے۔

سب سے پہلے احمد ثالث کے زمانے میں پیرزادہ محمد آفندی نے ترکی زبان میں اس کا ترجمہ کیا۔ اس کے بعد فرانسیسی میں سب سے زیادہ تراجم چھپے اور اس کے بارے میں اقتباسات، ملفوظات اور توضیحات کا انبار لگ گیا۔ اس سلسلے میں دیسلان کی کوششوں نے زیادہ شہرت پائی جرمن، لاطینی اور اطالوی زبانوں میں بھی اس کے معارف کو منتقل کیا گیا۔ مصر کے مشہور فاضل ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے فرانسیسی میں ابن خلدون کے متعلق نئے زاویے پیش کیے، جن کا عربی ترجمہ بھی ہوچکا ہے۔ اس کے علاوہ فارسی اور اُردو میں بھی ابن خلدون پر بیشتر مقالات و کُتب موجود ہیں۔ حال ہی میں "افکار ابن خلدُون" کے نام سے مولانا محمد حنیف ندوی کی کتاب ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ لاہور کی طرف سے چھپ کر آئی ہے، جس کے پہلے حصّے مقدمۃ المقدمہ میں ابن خلدون کے مذہبی، علمی، عمرانی اور تنقیدی افکار و خیالات کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے اور دوسرے حصّے مقدمہ میں اس کے ضروری ابواب کی تلخیص ہے۔

اسلام ہی وہ تنہا مذہبی دعوت ہے جس نے عورت کو اس کا اصل درجہ ہزاروں برس کی غلامی کے بعد دلایا ہے اور بارہا کہا گیا ہے مگر اس طرف شاید کسی کو توجہ نہیں ہوئی کہ صدرِ اوّل ہی میں عورتوں نے پولیٹکل میدانوں میں مردوں کی دوش بدوش کارانجام دیے ہیں۔ آج انگلستان بایں ہمہ دعواہائے مساوات بین الفریقین عورتوں کو صرف ووٹ دینے کا حق دینے پر بھی راضی نہیں اور اس کے لیے ان بیچاریوں کو کبھی کھڑکیوں کے شیشے توڑنے پڑتے ہیں اور کبھی اپنے تئیں کھمبوں سے باندھنا پڑھتا ہے۔ لیکن (اسلام) نے عورت کو ابتداء ہی میں جو درجہ دیا تھا۔ اس نے یہاں تک ان کی جُرأتیں بڑھادی تھیں کہ خلیفہ سوم کی شہادت کے بعد جب اہلِ مدینہ نے (حضرت امیر) علیہ السّلام کے ہاتھ پر بیعت کی ہے تو ایک عورت (خونِ عثمانؓ) کا دعوٰی لے کر اُٹھ کھڑی ہوئی اور جنگ جمل کے مشہور معرکے میں ایک فوجی کمانڈر اور پولٹیکل مدعی کی طرح اپنے ہودج کو لاکھڑا کیا یہاں اس امر سے بالکل بحث نہیں کہ حضرت (عائشہؓ) کا دعوٰی کہاں تک صحیح تھا یہ ظاہر ہے کہ ان کو دھوکا دیا گیا اور حضرت (امیر) کا برسرِ حق ہونا آئندہ کے واقعات سے خود ثابت ہو گیا، مگر ہمیں دکھلانا یہ ہے کہ ایک بہت بڑی جماعت صحابہ ان کے ساتھ تھی اور جو نہ تھی وہ ان کو برسرِ غلط سمجھتی ہو مگر یہ کسی نے نہیں کہا کہ عورتوں کو ان پولٹیکل مسائل سے کیا کام اور تو اور خود حضرت امیر نے بھی انہیں یہ الزام نہیں دیا اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آج یورپ جن حقوق کے دینے میں متامل ہے اسلام تیرہ سو برس پہلے ان کا فیصلہ کر گیا۔

(الہلال ۲۲ جولائی ۱۹۱۲ء)

شریعت بل ؟

آج کل چونکہ حکومت کے پیش کردہ شریعت بل سے متعلق موافق و مخالف آراء سامنے آرہی ہیں حکومت بھی مذہبی جماعتوں سے اس سلسلہ میں رابطہ کر رہی ہے اس لئے جمعیۃ علماء اسلام نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس میں اس پر تفصیل سے غور و خوض کیا اور اس کے نتیجہ میں جو فیصلہ ہوا وہ حکومت کو بھی ارسال کیا گیا اور ملک کے مؤقر جرائد کے ذریعہ عوام تک بھی پہنچا دیا گیا۔ یہی فیصلہ ماہنامہ انوارِ مدینہ کے اس شمارے میں شامل اشاعت کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

○ جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کی مرکزی مجلس عاملہ اور مرکزی پارلیمانی گروپ کے مشترکہ دو روزہ اجلاس مورخہ ۷-۸ ستمبر ۱۹۹۸ء بروز پیر اور منگل بمقام گلشن جناح اسلام آباد زیرِ صدارت امیر مرکزیہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ منعقد ہوا۔

○ اجلاس کا ایجنڈا ناظم عمومی مولانا عبد الغفور حیدری صاحب نے پیش کیا۔

○ اجلاس میں حکومت کی طرف سے قومی اسمبلی میں پیش کیے گئے مجوزہ پندرہویں ترمیمی بل کی شق پر الگ الگ غور کیا گیا۔ اور اس کا ہمہ جہت جائزہ لیا گیا۔ اجلاس میں تہتر کے آئین کی اسلامی دفعات کا بھی جائزہ لیا گیا اور یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اصل آئین یا بعد میں اس کے اندر کی گئی ترامیم بشمول اسلامی دفعات ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کیلئے کافی ہیں، لیکن ہر دور میں حکمرانوں کی روش نے ان دفعات پر عملدرآمد کا راستہ روکے رکھا اور موجودہ حکمران بھی اسلام کے عملی نظام کے نفاذ میں مسلسل تاخیری حربوں میں برابر کے شریک رہے ہیں۔ چنانچہ آئین اور قانون سے باخبر لوگ جانتے ہیں کہ قرار دادِ مقاصد کو آئین کا حصّہ بناتے وقت یہی کہا گیا تھا کہ اس طرح قرآن و سنّت کو بالاتر قانون کی حیثیت حاصل ہو جائے گی، لیکن عملاً ایسا نہ ہو سکا۔

○ نیز قرآن و سنّت کے بالاتر قانون قرار دیے جانے کے باوجود خلاف شریعت دفعات کے غیر مؤثر بنانے کا کوئی طریقہ کار نہ تو طے کیا گیا تھا اور نہ ہی موجودہ ترمیم کے ذریعہ اس کا کوئی طریقہ کار متعیّن ہے جس سے

اس ترمیم کے پاس ہونے کے باوجود قانون کے غیر مؤثر ہونے خطرہ موجود رہے گا۔ اجلاس کی نظر میں پندرہویں ترمیم کے ذریعہ قرآن و سنّت کو سپریم لاء بنانے کی بات آئین کے دوسرے اسلامی دفعات میں مثبت اضافہ ضروری ہے جس سے اختلاف نہ ہونے کے باوجود یہ سوال اپنی جگہ اہم ہے کہ کیا حکومت ترمیم کے پاس ہونے کی صورت میں آئین پر عمل درآمد کرے گی یا نہیں۔

○ جس جماعت نے ماضی میں تمام مکاتبِ فکر کے متفقہ شریعت بل کو نظر انداز اور ایک ایسا بل شریعت کے نام پر قوم پر مسلّط کیا جس کو تمام مکاتب فکر نے مسترد کر دیا تھا۔

○ جس جماعت نے انتخابی منشور میں اسلام کا ذکر کرنا تک گوارا نہ کیا، جس جماعت کے آئین میں سودی نظام کی مدّت ختم ہونے پر وفاقی شرعی عدالت کے فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ سے حکم امتناعی لیا۔

○ جس جماعت نے حکومت میں آتے ہی جمعہ کی تعطیل ختم کر دی۔

○ جس جماعت نے حکومت میں آنے کے بعد اس آئینی ذمّہ داری سے عملاً پہلو تہی کی جس کے تحت دو سال کے اندر اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پر قانون سازی مکمّل کرنا ضروری تھا۔ اور اب چونکہ حکومت نے اپنے ماضی کے کردار سے اپنے عزائم کو عوام کی نظر میں مشکوک بنا دیا ہے۔

○ اس لیے جمعیۃ علماء اسلام درج ذیل شرائط کو تسلیم کرنے کی صورت میں پندرہویں ترمیم کی حمایت کرے گی۔

۱۔ آئین کی دفعہ ۲۳۹ میں مجوزہ ترمیم واپس لے۔

۲۔ ترمیم میں قرآن و سنّت سے متصادم دفعات کو غیر مؤثر بنانے کا طریقہ کار وضع کرے۔

۳۔ حکومت اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کے مطابق قانون سازی کا فوری طور پر آغاز کرے۔

۴۔ سود کے خاتمہ کے بارے میں وفاقی شرعی عدالت کے فیصلہ کے خلاف اپیل واپس لے۔

○ جمعیۃ علماء اسلام کی مرکزی مجلس عاملہ اور مرکزی پارلیمانی گروپ میں اس رائے کا اظہار کیا کہ

...روزہ "نجات" (پشاور) اخبار کے مالک عبدالوہاب فاروقی جماعتی ساتھی ہیں لہٰذا جماعتی ...کہ "نجات" اخبار کے خریدار بننے کے ساتھ ساتھ اس کو توسیع دینے کی بھرپور کوشش کریں۔

○ ایک قرار داد میں ــــ افغانستان اور سوڈان پر امریکہ کے بزدلانہ حملے کی مذمت کی گئی اور اسے کھلی دہشت گردی قرار دیا گیا۔

○ ایک قرارداد کے ذریعے حکومت سے کہا گیا کہ وہ سی ٹی بی ٹی پر دستخط نہ کرے۔ کیوں کہ سی ٹی بی ٹی پر دستخط دفاعی لحاظ سے موت کے پروانے پر دستخط کرنے کے مترادف ہے۔

○ ایک اور قرار داد کے ذریعے امریکی حملے کے وقت پاکستان کی **غفلت** کو فرائض منصبی میں کوتاہی سے تعبیر کیا گیا اور نااہل حکمرانوں سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اس منصب کے اہل نہیں ہیں۔ فوری طور پر مستعفی ہو جائیں۔

منجانب

مولانا عبدالغفور حیدری

ناظم عمومی

جمعیۃ علماء اسلام پاکستان

تاریخ اجراء ۱۰ ستمبر ۱۹۹۸ء

کل پاکستان ختم نبوت کانفرنس

جامع مسجد ختم نبوت مسلم کالونی صدیق آباد (ربوہ) مورخہ ۱۶/۱۵ اکتوبر ۱۹۹۸ء بروز جمعرات جمعہ کے اویں سالانہ کل پاکستان ختم نبوت کانفرنس منعقد ہو رہی ہے۔ جس میں تمام مکاتب فکر کے زعماء، دینی وسیاسی شخصیات، علمائے کرام، مشائخ عظام خطاب فرمائیں گے۔ اسلامیان پاکستان سے اپیل ہے کہ بھرپور شرکت کر کے کانفرنس کو کامیاب بنائیں۔

الداعیان

(حضرت مولانا خواجہ) خان محمد، امیر مرکزیہ

(حضرت مولانا) محمد یوسف لدھیانوی، نائب امیر

دفتر استقبالیہ

جامع مسجد و مدرسہ ختم نبوت مسلم کالونی صدیق آباد (ربوہ)، فون: 04524-212611

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، صدر دفتر حضوری باغ روڈ ملتان پاکستان، فون: 514122

حاصل مطالعہ

مولانا نعیم الدّین صاحب ، فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

"ضیاء القلوب"

اکابرِ دیوبند کے پیرو مرشد، سیّد الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء) نے تصوّف و سلوک اور معرفت و احسان سے متعلق بہت سی کتابیں نظم و نثر میں تحریر فرمائی ہیں اُن میں سے ایک کتاب کا نام "ضیاء القلوب" ہے اس کتاب میں آپ نے مختلف سلسلوں کے اذکار و اشغال ذکر فرمائے ہیں جن کے بغیر مرتبۂ احسان کا حصول مشکل ہے۔

یہ کتاب اصلاً فارسی میں تھی۔ اب عام طور پر اس کا ترجمہ[1] ملتا ہے، اس کتاب کے متعلق مشہور بیوروکریٹ قدرت اللہ شہاب نے اپنی آپ بیتی میں سفارتِ ہالینڈ کے زمانہ کا ایک واقعہ تحریر کیا ہے جس سے اس کتاب کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوتا ہے، مناسب معلوم ہوا کہ اپنے قارئین کو بھی یہ واقعہ سُنایا جائے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

قدرت اللہ شہاب لکھتے ہیں۔

> "انسٹی ٹیوٹ آف پیرا سائیکالوجی کے سربراہ پروفیسر ٹین ہاف اکثر مہینے میں ایک ویک اینڈ (ہفتہ کا آخری دن) ہمارے ہاں گزارا کرتے تھے۔ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مُرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف[2] "ضیاء القلوب" کا انگریزی

---

[1] حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحب قدس سرہ نے ایک صاحب کو اس کتاب کا نہایت عمدہ ترجمہ املا کروایا تھا بدقسمتی سے اُن صاحب نے نہ خود اُسے طبع کروایا اور نہ ہی کسی کو طبع کرنے کیلئے دیا، [2] یہ لفظ تصنیف ہونا چاہیے۔

ترجمہ کر کے مَیں نے انہیں دیا تو وہ ششدر رہ گئے اُن کا جی تو بہت للچایا کہ وہ کلمہ پڑھ کر مُسلمان ہوجائیں لیکن اپنی ملازمت کے تحفّظ کی فکر اور معاشرے کے خوف سے اس سعادت سے محروم رہے، البتّہ ان کی سٹینو گرافر مِس جین ڈالٹن پر بیٹھے بٹھائے اللہ کا فضل ہوگیا۔ اپنے ادارے میں واپس جاکر پروفیسر صاحب نے ضیاء القلوب کا انگریزی ترجمہ اپنی سٹینو گرافر کے حوالے کر دیا کہ وہ اسے ان کے کاغذات کے ساتھ سنبھال کر رکھ دے مس ڈالٹن تجسّس کا شوق رکھنے والی تحقیق پسند لڑکی تھی۔ اس نے ضیاء القلوب کا انگریزی ترجمہ پڑھ کر ایسا اثر قبول کیا کہ ایک روز ہمارے ہاں آئی اور درخواست کی کہ ہم اسے مُسلمان کرلیں۔

مَیں نے کہا کہ وہ خوب سوچ سمجھ کر بتائے کہ وہ کیوں مسلمان ہونا چاہتی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ وہ اس راہِ سلوک پر چلنے کی آرزو مند ہے جسے اختیار کرنے کا طریقہ ضیاء القلوب میں بتایا گیا ہے۔

ہم نے نہایت خاموشی سے اسے مشرف بہ اسلام کرکے اس کا نام رابعہ رکھ دیا۔ اس کے بعد کچھ عرصہ تک وہ ہمارے رہی۔ عفت نے اسے قرآن شریف ختم کروایا۔ پھر وہ ملازمت چھوڑ کر اپنے گاؤں چلی گئی، اور عبادت و ریاضت کے سہارے راہِ سلوک پر ایسا قدم رکھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے ہم جیسے گناہگاروں کی پہنچ سے بہت دُور نکل گئی۔ اس نے ساری عمر شادی نہیں کی اور اَب کچھ عرصہ سے اُس کا مستقل قیام مکّہ معظّمہ اور مدینہ منوّرہ میں ہے۔" [1]

اللہ تعالیٰ نے حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کے کلام میں بڑی تاثیر رکھی تھی جو بھی آپ کا کلام پڑھتا تھا۔ اثر لیے بغیر نہیں رہتا تھا، مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مضمون " بندگانِ حق کی یافت" میں ایک بزرگ حضرت حاجی عبد الغفور جودھپوری رحؒ کے حالات لکھے ہیں جس میں

---

[1] شہاب نامہ ص ۱۰۶۵

آپ نے تفصیل سے بتلایا ہے کہ پہلے وہ کیا تھے پھر کیا سے کیا بنے ، مولانا نے ان کے حالات ذکر کرتے ہوئے ایک عنوان قائم کیا ہے "تارک الدنیا بننے کا غلط شوق اور داعیہ" اس میں آپ نے یہ بتلایا ہے کہ اِن حاجی صاحب ؒ کے جی میں یہ خیال آیا کہ دُنیا اور اُس کے سارے بکھیڑوں کو چھوڑ چھاڑ کے بس فقیر بن جائیں، چنانچہ آپ نے اس خیال پر عمل بھی کر دکھایا بیوی بچّوں اور سب گھر بار کو چھوڑ کر چل دیے اِن کے جانے سے گھر والوں پر جو گزرنی چاہیے تھی وہ گزری، اللہ تعالیٰ نے حاجی صاحب کی دستگیری کی جس کا سبب یہ بنا کہ ان کے پاس حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب تھی ۔ خلوت میں بیٹھ کر جو اُسے پڑھا تو آنکھیں کھل گئیں اور غلط خیال کی اصلاح ہوگئی ۔ واقعہ کیونکہ دلچسپ ہے اس لیے جی چاہتا ہے کہ لگے ہاتھ قارئین کی نذر کرتے چلیں ۔ شاید موجودہ دَور میں یہ واقعہ کسی ایسے ہی غلط خیال والے کی ہدایت کا سبب بن جائے ۔

مولانا نعمانی مرحوم تحریر فرماتے ہیں۔

" فرمایا : کچھ عرصہ کے بعد شدّت سے یہ داعیہ طبیعت میں پیدا ہُوا کہ دُنیا اور اس کے سارے بکھیڑوں کو چھوڑ چھاڑ کے بس" فقیر" بن جائیں، بیوی تھی، کئی بچّے بھی پیدا ہو چکے تھے، دادی اور ماں بھی موجود تھیں ۔ اس لیے دل میں خود سوال پیدا ہوتا تھا ۔ اِن سب کا کیا ہوگا؟ ایک دن یہ جواب دل میں آیا کہ روزی دینے والا اور پرورش کرنے والا تُو تھوڑا ہی ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہے، وہی اب پرورش کر رہا ہے، وہی ان کی روزی کا کوئی انتظام کرے گا ۔ اگر آج تو مر جائے تو کیا ہوگا، یہ بات دل میں جم گئی اور سب کو چھوڑ چھاڑ کے تھانہ بھون بھاگ جانے کا ارادہ کر لیا۔

ایک دن سحر کے وقت گھانی کرتے کرتے (یعنی کولھو چلاتے چلاتے) سب کو سوتا چھوڑ کے بس ایک چادر اور ایک دو کتابیں ساتھ میں لے کے چل دیا، گھر میں چالیس روپے رکھے تھے، کرایہ وغیرہ کے لیے ان میں

سے بس ۷ یا ۸ روپے لیے ،اور دلی کا راستہ لیا، اس خیال سے کہ جو دھپور میں اگر کسی نے ریل پر سوار ہوتا دیکھ لیا تو گھر والوں کو پتہ چل جائے گا اور تعاقب کیا جائے گا۔ ۴۰ میل پیدل چل کر پی پاڑ سے ریل میں بیٹھا، یاد ہے کہ دہلی تک راستہ میں (گویا ۲۴ گھنٹہ یا اس سے بھی کچھ زیادہ میں) بس ایک پیسہ کی مولی خرید کے کھائی تھی ــــ دہلی پہنچ کر رات کو پہاڑ گنج میں ٹھہرا صبح کو شاہدرہ آیا جہاں سے تھانہ بھون کو ٹرین چلتی تھی، معلوم ہوا کہ اب شام کو ٹرین ملے گی، دن گزارنے کے لیے وہاں ایک مسجد میں پڑ گیا اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی "کلیات امدادیہ" جو ساتھ میں تھی اُسی کا مطالعہ کرنے لگا۔ اس میں ایک "تارک الدنیا" درویش کا یہ قصہ پڑھا کہ میرے ہی جیسے کسی صاحب کو "ترکِ دنیا" کا شوق ہوا۔ بیچاری بیوی کو طلاق دے کے اور بچّوں کو چھوڑ کے نکل گئے اور درویشی اختیار کر لی، بیوی نے مجبور ہو کر کہیں نکاح کر لیا، عرصہ کے بعد یہ درویش صاحب کہیں گھومتے پھرتے اس کے گھر کی طرف سے نکلے اور اپنی کسی ضرورت سے گھر پر صدا دی، گھر والی (جو اُن کی مطلقہ بیوی تھی) نکلی، اُنھوں نے تو اُس کو نہیں پہچانا، لیکن اُس نے اُن کو پہچان لیا اور کہا میاں صاحب یہیں ٹھہر جاؤ آرام کر لو، اُنھوں نے قبول کر لیا اور اپنی جھولی وہیں رکھ کے بیٹھ گئے۔ اس نے ان سے اجازت لے کے ان کی جھولی کھولی اس میں عام ضرورت کی کچھ چیزیں تھیں۔ مثلاً سوئی، دھاگہ، قینچی، نمک مرچ، آٹا کچھ پیسے ــــ اس نے ایک ایک کو پُوچھا کہ یہ کیا ہے اور کس لیے ہے یہ میاں صاحب بتاتے رہے کہ یہ یہ ہے اور اس لیے ہے، آخر میں اس نے ایک ڈھول رسید کی اور کہا کہ بس دُنیا میرا ہی نام تھا اور یہ سب جو جھولی میں لیے پھرتے ہو یہ دُنیا نہیں ہے ــــ (حاجی صاحب نے فرمایا) یہ قصہ پڑھ کے عقل کام کرنے لگی۔ پھر یہ بھی سوچا کہ جب کل کو تھانہ بھون پہنچوں گا تو سب سے پہلا سوال وہاں یہ ہوگا کہ کیوں آئے ہو؟ اور اگر گھر سے کوئی نا روا ر پہنچا

سوچ سمجھ کے واپسی کا فیصلہ کر لیا اور وہیں سے سیدھے جودھپور چلے آئے یہاں آ کے معلوم ہوا کہ بیوی نے تین دن سے کچھ کھایا ہے نہ پیا ہے، بس رونا ہے اور اللہ سے دُعا ہے، اس وقت اندازہ ہُوا کہ سب اس کی دعاؤں کا کرشمہ تھا۔" [1]

آدمی کا پیٹ قبر کی مٹی کے علاوہ کوئی چیز نہیں بھر سکتی

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا :

"اگر (بالفرض) آدمی کے پاس مال و دولت سے بھری ہُوئی دو وادیاں بھی ہوں تب بھی وہ تیسری وادی کی تلاش میں رہے گا۔ آدمی کے پیٹ کو (قبر کی) مٹی کے علاوہ کوئی چیز نہیں بھر سکتی ـــــ اور اللہ تعالیٰ (بڑی حرص سے) جس بندہ کی توبہ کو چاہتا ہے قبول کر لیتا ہے۔" [2]

مطلب یہ ہے کہ انسان کی حرص وطمع کی درازی کا یہ عالم ہے کہ کسی بھی حد پہ پہنچ کر اس کو سیری حاصل نہیں ہوتی اور جب تک وہ قبر میں جا کر نہیں لیٹ جاتا اُس وقت تک اُس کی حرص وطمع کا خاتمہ نہیں ہوتا۔

حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا یہ ارشاد بالکل بجا ہے، روز ہم دیکھتے ہیں کہ ایسے لوگ جن کے پاس لاکھ روپے ہیں وہ دو لاکھ بنانے کے چکر میں ہیں اور جن کے پاس کروڑ روپے ہیں وہ دو کروڑ بنانے کی فکر میں ہیں جن کے پاس ایک کوٹھی اور ایک کار ہے وہ دو کوٹھیاں اور دو کاروں کی دُھن میں ہیں۔

حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں ایک شخص کا دلچسپ قصّہ لکھا ہے جس سے مذکورہ حدیث شریف کی تشریح بھی ہو جاتی ہے اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے فرمانِ ذیشان کی صداقت کا ظہور بھی ہو جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے :

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں

"مَیں نے ایک سوداگر کو دیکھا جو اپنے پاس ڈیڑھ سو اُونٹ سامان کے

۱؎ تحدیث نعمت ص ۲۱۶، ۲۱۷ ۲؎ بخاری و مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص ۴۵۰

رکھتا تھا، اور چالیس غلام اور خدمت گار، ایک رات وہ مجھے جزیرۂ کیش میں اپنے چھوٹے سے کمرے میں لے گیا، رات بھر نہ خود سویا اور نہ مجھے سونے دیا، بہکی بہکی باتیں کرتا رہا کہ میرا فلاں ڈھیر (سامان) ترکستان میں ہے، اور فلاں پونجی ہندوستان میں ـــــــ

ـــــــ اور یہ فلاں زمین کی دستاویز ہے اور فلاں چیز کا فلاں آدمی ضامن ہے اور کبھی کہتا کہ اسکندریہ کا ارادہ رکھتا ہوں کہ وہاں کی آب و ہوا اچھی ہے، پھر کہتا نہیں کیونکہ دریاءِ مغرب میں طغیانی ہے۔ پھر کہتا : اے سعدی ایک دوسرا سفر درپیش ہے اگر وہ بھی کرلیا جائے تو باقی تمام عمر کے لیے گوشہ نشین ہوجاؤں گا، اور قناعت کرلوں گا۔ میں نے کہا وہ کونسا سفر ہے ؟ اُس سوداگر نے کہا کہ ایرانی گندھک چین لے جاؤں گا۔ کیونکہ میں نے سُنا ہے کہ وہاں وہ بڑی قیمت رکھتی ہے اور وہاں سے چینی پیالے روم لے جاؤں گا۔ روم کا ریشم ہندوستان لے جاؤں گا اور ہندوستان کا لوہا حَلَبْ میں لے جاؤں گا اور حلبی آئینے یمن لے جاؤں گا، اور یمنی چادریں پارس میں لے جاؤں گا بس اِس کے بعد سفر چھوڑ دوں گا اور ایک دُکان پر بیٹھ جاؤں گا، انصاف کی بات ہے کہ اس سوداگر نے ایسی پاگل پن کی باتیں اس قدر کیں کہ اس سے زیادہ کہنے کی طاقت نہ رہی اُس سوداگر نے مجھ سے کہا کہ سعدی تم بھی کچھ کہو جو تم نے دیکھا یا سُنا ہو، میں نے کہا :

آں شنیدستی کہ در صحرائے غور بار سالارے بیفتاد از ستور
گفت چشمِ تنگِ دُنیا دار را یا قناعت پُر کند یا خاکِ گور

تو نے سُنا ہے کہ غور کے جنگل میں گزشتہ سال ایک سردار گھوڑے سے گر پڑا اس نے کہا دُنیا دار کی تنگ آنکھ کو یا قناعت بھر سکتی ہے یا قبر کی مٹی۔

نصیب اپنا اپنا

حضرت ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (م ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں۔

"ایک دفعہ ایسا ہُوا کہ حضرت شیخ ابوالعباس مرسی قدس سرہٗ (م		) مدینہ طیّبہ سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کی زیارت کی نیت سے چلے۔ ایک شخص آپ کے پیچھے پیچھے ہولیا، آپ وہاں پہنچے تو قبرِ مُبارک کے احاطہ کے دروازے کا تالہ بغیر چابی لگائے خود بخود کھل گیا۔ آپ اندر داخل ہُوئے اور رجالِ غیب میں سے کچھ افراد کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ سے دُنیا و آخرت میں عافیت اور عفوو درگزر کی دُعا مانگی، آپ فرماتے ہیں مجھے اپنے ساتھی پر جو پیچھے پیچھے چلا آیا تھا ترس آیا، میں نے اُس سے کہا کہ تم نے قبولیت کی گھڑی پائی ہے جو تمہیں مطلوب و مقصود ہو۔ اللہ تعالیٰ سے مانگ لو، اُس نے اللہ تعالیٰ سے ایک اشرفی مانگی، مَیں جب واپس مدینہ طیّبہ کے دروازے کے پاس پہنچا تو اُسے ایک شخص نے اشرفی دے دی، بعد میں، مَیں اپنے شیخ سیّد ابوالحسن شاذلی رحؒ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے یہ واقعہ سننے سے قبل ہی اُس شخص سے کہا کہ (بندۂ خدا) تو نے قبولیت کی گھڑی پائی اور اللہ تعالیٰ سے ایک اشرفی مانگی، ابوالعباس رحؒ کی طرح عافیت اور عفو اور عفوو درگزر کا سوال کیوں نہیں کیا؟

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"اسی جیسی حکایت حضرت شیخ بہاؤالدین نقشبندی رحؒ سے مروی ہے، آپ سے کسی نے پُوچھا کہ آپ نے دورانِ حج عجائبات میں سے کوئی چیز دیکھی ہو تو بتلائیے۔ آپ نے فرمایا: مَیں نے ایک نوجوان کو منیٰ کے بازار میں دیکھا کہ وہ اتنے اتنے درہم و دینار کی خرید فروخت میں مصروف ہے (یعنی بظاہر دُنیا میں لگا ہُوا ہے) لیکن اللہ کی ذات سے ایک لمحہ کیلئے بھی غافل نہیں ہوتا، اور اسکے برعکس ایک بُوڑھے کو دیکھا کہ مُلتزَم سے چمٹا ہُوا ہے اور اللہ سے دُنیا مانگ رہا ہے۔" [1]

---

[1] مرقاۃ ج ۴ ص ۱۸۳

تبصرے کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے آنے ضروری ہیں۔

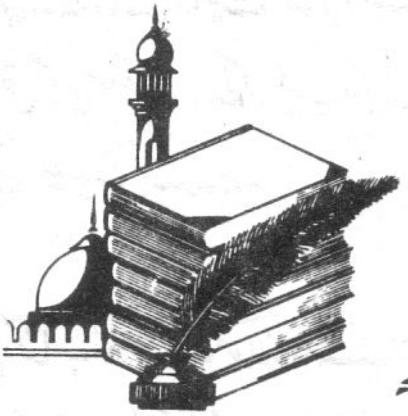

تقریظ و تنقید

مختلف تبصرہ نگاروں کے قلم سے

نام کتاب : اسلامی زندگی قرآن کے آئینہ میں
تصنیف : مولانا محمد شمشاد قاسمی
صفحات : ۱۷۶
سائز : ۳۶×۲۳/۱۶
ناشر : طیب اکیڈمی ملتان
قیمت : ۷۵/-

قرآن مجید و فرقانِ حمید اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی ہوئی کتابِ ہدایت ہے جس میں شعبہائے زندگی سے متعلق ہر گوشہ میں انسان کی رہنمائی کی گئی ہے جنھوں نے اُسے دستور العمل بنایا وہ کامیاب ہوئے اور جنھوں نے اسے پسِ پُشت ڈالا وہ خائب و خاسر ہوئے، آج کل کے مادر پدر آزاد دور میں اس کتابِ ہدایت سے جس قدر بے اعتنائی برتی جارہی ہے وہ سب پر عیاں ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم کو عام کیا جائے اور لوگوں کو بتلایا جائے کہ اس کتابِ ہدایت میں کیا ہے اور یہ ہم سے کس چیز کا تقاضا کرتی ہے۔

زیرِ تبصرہ کتاب "اسلامی زندگی قرآن کے آئینہ میں" اسی سلسلہ کی ایک خوب صورت کڑی ہے۔ مصنّف نے تقریباً دو سو ساٹھ عنوات قائم کر کے اُن سے متعلّق قرآن مجید کی آیاتِ مُبارکہ ذکر کی ہیں اور اُن کا صاف سُتھرا ترجمہ تحریر کیا ہے جا بجا فوائد لکھے ہیں، اور احادیث مُبارکہ سے استشہاد کیا ہے، کتاب اپنے موضوع سے متعلّق ایک عُمدہ کاوش

ہے۔اس سے ایک نہایت معمولی استعداد کا آدمی بھی فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ پہلے یہ کتاب ہندوستان میں چھپی تھی اُسی کا عکس لے کر طیّب اکیڈمی ملتان کی طرف سے شائع کی گئی ہے۔ کتابت وطباعت عمدہ ہے لیمینیشن جلد ہے۔

○

نام کتاب: حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رح اور اُن کے خلفاء
تصنیف: ڈاکٹر فیوض الرحمٰن
صفحات: ۱۴۴
سائز: ۳۶×۲۳ / ۱۶
ناشر: طیّب اکیڈمی ملتان
قیمت: ۷۵/-

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قُدِّسَ سِرُّہٗ (م ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء) کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں، قدرت کی طرف سے آپ کو گوناگوں خصوصیات سے نوازا گیا تھا، آپ اپنے دور کے بہت بڑے فقیہ، محدّث، مجدّد، مجاہد، متبعِ سُنّت، متصلب فی الدین، جامع بین الشریعۃ والطریقۃ بزرگ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذاتِ بابرکات کو چشمۂ فیض بنایا تھا، اکابر دیوبند کے تمام علمی اور روحانی سلسلے اسی چشمۂ فیض سے وابستہ ہیں آپ کی شخصیّت اور آپ کے تجدیدی کارنامے اس لائق ہیں کہ اُن کے ہر ہر جُز پر تفصیل سے لکھا جائے، ماضی میں اس حوالے سے بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں، پیشِ نظر کتاب "حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور اُن کے خلفاء" بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، مصنف نے اس کتاب میں نہایت اختصار کے ساتھ حضرت گنگوہی رح اور اُن کے خلفاء کے حالات درج کیے ہیں، مصنّف کی کوشش اس لحاظ سے قابلِ قدر ہے کہ "چلو کچھ نہ ہونے سے ہونا بہتر ہے"۔ لیکن سچّی بات یہ ہے کہ یہ کتاب حضرت گنگوہی رح کی شخصیّت کے شایانِ شان نہیں ہے کیونکہ مصنّف نے اوّل تو نہایت اختصار سے کام لیا ہے جس کی وجہ سے آپ کی شخصیّت اُجاگر ہونے کے بجائے دَب کر رہ جاتی ہے۔ دوسرے یُوں لگتا ہے کہ لائق مصنف نے اس کی تالیف میں سُنی سُنائی باتوں کو پیشِ نظر

رکھا ہے۔ تحقیق سے کام نہیں لیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں متعدد مقامات پر نہایت غلط معلومات درج ہوگئی ہیں۔ تفصیل میں جائے بغیر بطورِ نمونہ صرف ایک مثال عرض کی جاتی ہے حلقۂ دیوبند کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ حضرت گنگوہیؒ نے روحانی فیض حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے حاصل کیا اور آپ اُن کے اجل خلفاء میں سے ہیں، اس کے برعکس مصنف اس کتاب کے ص۶ پر تحریر فرماتے ہیں۔

"تحصیل علم کے بعد مولانا رشید احمد گنگوہ سے تھانہ بھون آئے اور مولانا شیخ محمدؒ تھانوی سے بیعت ہوئے اُنھوں نے وہیں رہ کر اپنے مُرشد کی رہنمائی میں تمام منازلِ سلوک طے کیں اور چاروں سلسلوں کی اجازت و خلافت حاصل کی۔"

تاریخی حوالے سے یہ بات بالکل غلط ہے۔ مصنف زید مجدہٗ نے اپنی اسی کتاب میں "نزہۃ الخواطر" سے حضرت گنگوہیؒ کے حالات عربی میں نقل کیے ہیں اس میں درج ہے " ثم اخذ الطریقة عن الشیخ الاجل امداد الله بن محمد امین التھانوی" ـــــ پھر آپ نے شیخ اجل حضرت حاجی امداد اللہ بن محمد امین تھانویؒ سے علمِ طریقت حاصل کیا۔ اگر مصنف اسی پر نظر فرمالیتے تو شاید یہ غلطی نہ ہوتی۔

مصنف زید مجدہٗ نے حضرت گنگوہیؒ کے حالات میں حضرت مولانا فیض الحسن سہارنپوریؒ کے دو قصیدے اور حکیم سیّد عبد الحییؒ لکھنویؒ کی کتاب "نزہۃ الخواطر" سے حضرت گنگوہیؒ کے حالات نقل کیے ہیں یہ دونوں قصیدے اور حالات عربی میں ہیں اگر لائق مصنف ان دونوں چیزوں کا ترجمہ کر دیتے تو اچھا ہوتا کہ ایک تو اس سے کتاب کی افادیت بڑھ جاتی دوسرے وہ اُردو دان حضرات جو عربی سے بالکل نابلد ہیں وہ بھی اس سے استفادہ کر لیتے۔

مصنف زید مجدہٗ آئندہ ایڈیشن میں اگر مذکورہ چیزوں کو مدِّنظر رکھ کر کتاب کی اصلاح فرما دیں تو کسی قدر کتاب میں عمدگی آسکتی ہے اور کتاب لائق استفادہ بن سکتی ہے۔

۱؎ حضرت گنگوہیؒ اور اُن کے خلفاء ص۱۷

نام کتاب : اسلام اور سیاست
افادات : حکیم الاُمت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ
مرتّب : مولانا محمدؐ اسحاق صاحب
صفحات : ۳۴۴
سائز : ۲۳×۳۶/۱۶
ناشر : ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
قیمت : -/۱۵۰

موجودہ دَور میں "دین" اور سیاست کو الگ الگ سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ بُنیادی طور پر یہ خیال بالکل غلط ہے۔ علامہ اقبال مرحوم نے سچ فرمایا ہے ع جُدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔ یہ ضرور ہے کہ دین و سیاست کے امتزاج کو سمجھنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ لوگوں پر دین و سیاست کے صحیح امتزاج کو واضح کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ جزاء خیر دے مولانا محمد اسحاق صاحب کو کہ اُنھوں نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے حضرت تھانوی ؒ کے ملفوظات و مواعظ سے منتخب کر کے "اسلام اور سیاست" کے نام سے ایک ضخیم کتاب ترتیب دے کر شائع کی ہے۔ اس کتاب کے موٹے موٹے چند عنوان درج ذیل ہیں۔ (۱) ووٹ کی شرعی حیثیت (۲) مروجہ سیاست کے شرعی احکام (۳) مذہب اور سیاست (۴) شریعت اور سیاست (۵) ووٹ کی اسلامی حیثیت (۶) اسلام میں جمہوریت کا تصوّر (۷) غیر اسلامی حکومت کے شرعی احکام (۸) عورت کی سربراہی (۹) اسلامی مملکت میں حکومتِ الٰہیہ (۱۰) اسلامی حکومت کا بُنیادی اُصولِ شوریٰ۔

شروع میں حضرت مولانا تقی عثمانی دامت برکاتہم کا رسالہ "حکیم الاُمت کے سیاسی افکار" بھی شامل کیا ہے۔ کتابت و طباعت عمدہ ہے خوب صورت گرد پوش کے ساتھ قیمت مناسب ہے۔ (ن - ا)